رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے
رشتے کی اہم صحابیاتؓ

رابعہ خاتون بنت رشید احمد فاروقی
(والدہ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی)
(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن
ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

نام	:	رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ
مرتبہ	:	رابعہ خاتون بنت رشید احمد فاروقی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ ڈالی گنج لکھنؤ
اردو اشاعت	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۳۰۰۰
سنہ	:	۲۰۱۶ء مطابق ۱۴۳۷ھ
قیمت	:	۵۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi
Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.
Website: www.islamicjpamn.com
E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com
Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)
۲۔ نیوسلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیرآباد ۳ (لکھنؤ)
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبلپور، مدھیہ پرادیش، 9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 5 182-A گرین لینڈ کیمپس، پوکھرپور، کانپور

فہرست

شمار نمبر	موضوع
۱۱	عرض ناشر
۱۳	مقدمہ
۲۰	**حضرت امامہ رضی اللہ عنہا**
۲۰	تعارف
۲۰	نکاح
۲۱	اولاد
۲۱	وفات
۲۱	خصوصیات
۲۲	**حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا**
۲۲	تعارف
۲۲	نکاح
۲۲	قبول اسلام
۲۳	وفات
۲۳	خصوصیات
۲۵	**حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا**
۲۵	تعارف
۲۵	نکاح
۲۵	قبول اسلام
۲۵	اولاد
۲۶	وفات
۲۶	خصوصیات

شمار نمبر	موضوع
۲۸	**حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد**
۲۸	تعارف
۲۸	قبول اسلام
۲۸	ہجرت
۲۸	اولاد
۲۹	وفات
۲۹	خصوصیات
۳۰	**حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا**
۳۰	تعارف
۳۰	نکاح
۳۰	اولاد
۳۱	وفات
۳۱	خصوصیات
۳۲	**حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا**
۳۲	تعارف
۳۲	نکاح
۳۲	اولاد
۳۲	ہجرت
۳۳	وفات
۳۳	خصوصیات
۳۵	**حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا**
۳۵	تعارف
۳۵	قبول اسلام اور کفار کا ظلم
۳۶	شہادت

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ۳۷

تعارف ۳۷

اسلام ۳۷

اولاد ۳۸

وفات ۳۸

خصوصیات ۳۸

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی دعوت ۴۰

حضرت ابو عمیر کے انتقال کا واقعہ ۴۱

کھانے کا واقعہ ۴۱

بشارت ۴۲

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا ۴۳

تعارف ۴۳

نکاح ۴۳

غزوات میں شرکت ۴۳

اولاد ۴۴

خصوصیات ۴۴

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ۴۵

تعارف ۴۵

غزوات اور عام حالات ۴۵

خصوصیات ۴۶

بیعت میں نوحہ ۴۶

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء ۴۸

تعارف ۴۸

نکاح ۴۸

رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ

اولاد ۴۸

خصوصیات ۴۸

علمی مقام ۴۹

اخلاق کی بلندی ۴۹

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا ۵۱

تعارف ۵۱

نکاح ۵۱

اولاد ۵۱

علمی ذوق ۵۱

رسول اللہ ﷺ سے عقیدت ۵۲

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب ۵۳

تعارف ۵۳

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ ۵۳

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس ۵۵

تعارف ۵۵

اولاد ۵۵

ہجرت ۵۵

غزوات میں شرکت ۵۶

رسول اللہ ﷺ کے لئے دوا ۵۷

وفات ۵۸

اہم خصوصیت ۵۸

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ۶۰

تعارف ۶۰

اولاد ۶۰

حلیہ	۶۰
ہجرت کی تیاری	۶۰
حضرت ابن زبیر کی شہادت	۶۲
حضرت اسماء کی ہمت	۶۲
حجاج کی گفتگو	۶۳
وفات	۶۳
علمی مرتبہ	۶۳
خصوصیات	۶۴
حضرت اسماء کا صبر	۶۵
متواضع مزاج	۶۵
حضرت اسماء کا حج	۶۶
رمی صبح صادق سے پہلے	۶۷
حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	۶۸
تعارف	۶۸
خصوصیات	۶۸
علمی مرتبہ	۶۹
حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی معاویہ	۷۱
تعارف	۷۱
اولاد	۷۱
خصوصیات	۷۲
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید	۷۳
تعارف	۷۳
رسول کریم ﷺ سے تعلق	۷۳
حضرت عائشہ کی رخصتی	۷۴

خصوصیات	۷۵
حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا	۷۶
تعارف	۷۶
علمی مرتبہ	۷۶
حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا	۷۸
تعارف	۷۸
عام حالات زندگی	۷۸
حضرت خنساء رضی اللہ عنہا (شاعرہ)	۸۰
تعارف	۸۰
عام حالات زندگی	۸۰
حضرت خنساءؓ کا دیوان	۸۱
حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان	۸۲
تعارف	۸۲
عام حالات زندگی	۸۲
اولاد	۸۲
رسول کریم ﷺ کا تعلق	۸۲
علمی مرتبہ	۸۳
حضرت ہند رضی اللہ عنہا بنت عقبہ	۸۴
تعارف	۸۴
اولاد	۸۴
وفات	۸۴
خصوصیات	۸۴
قبول اسلام	۸۶
غزوات	۸۷

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ ۸۸
تعارف........ ۸۸
نکاح........ ۸۸
اولاد........ ۸۸
ہجرت........ ۸۹
حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ ۹۰
تعارف........ ۹۰
عام حالات زندگی........ ۹۰
وفات........ ۹۱
حضرت ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا ۹۲
تعارف........ ۹۲
اولاد........ ۹۲
حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم ۹۳
تعارف........ ۹۳
علمی مرتبہ........ ۹۳
حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش ۹۴
تعارف........ ۹۴
حضرت تمیمہ رضی اللہ عنہا ۹۵
تعارف........ ۹۵
نکاح اور طلاق........ ۹۵
حضرت سیرین رضی اللہ عنہا ۹۷
تعارف........ ۹۷
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۹۸
تعارف........ ۹۸

رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ

نکاح........ ۹۸
وفات........ ۹۹
خصوصیات........ ۹۹
حلم........ ۱۰۰
حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ۱۰۳
تعارف........ ۱۰۳
خدمت نبوی میں تحفہ........ ۱۰۳
عام حالات زندگی........ ۱۰۳
عہد صدیقی وفاروقی........ ۱۰۴
وفات........ ۱۰۴
خصوصیات........ ۱۰۴
ایلا کا واقعہ........ ۱۰۵

عرض ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف المرسلین

جس طرح قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء علیہ السلام کے واقعات، اخلاقیات، ایمانی بلندی، کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے تمام پہلوؤں، واقعات، اخلاقیات، عادات، عبادات وغیرہ کا ذکر کیا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے صحابۂ کرام وصحابیاتؓ کے فضائل سے متعلق کثرت سے آیتیں نازل ہوئیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابۂ کرام وصحابیاتؓ کے فضائل، اخلاق وعبادات،، خوف خدا، اللہ کی رضا کے لئے جان ومال کی قربانی، علمی ذوق اور بشارت سے متعلق احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ وصحابیات کے اندر خوفِ خدا، عبادات کا شوق، بہترین اخلاق، اللہ کے دین کی بلندی کے لئے قربانی اور دعوت وتبلیغ کا جزبہ، حقوق العباد کی ادائیگی، عدل وانصاف اور آپ ﷺ سے سچی محبت کی ایسی روح پھونک دی تھی، کہ ان کی زندگی کا مقصد ہی اسلام کے لئے جینا ومرنا ہو گیا تھا آپ ﷺ نے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ تاریخ میں کوئی قوم اتنے بلند اخلاق، اللہ سے ڈرنے والی، دین الٰہی کے لئے جینے مرنے والی نہیں گزری یہاں تک کہ صحابۂ کرام وصحابیات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا کہ میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی۔

یہ کتاب ''رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ'' کے عنوان سے اپنے آپ میں ایک نایاب کتاب ہے جس میں آپ ﷺ کے قریبی رشتے دار صحابیاتؓ کی مختصر سیرت، واقعات، اخلاقیات، ایمانی جزبہ، علمی ذوق، عبادات، دین کے لئے قربانی کا جزبہ وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ہمارے گھروں کی عورتوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ صحابیاتؓ کی سیرت وواقعات کے مطالعہ کرنے سے ان سے محبت کے ساتھ ساتھ نہ صرف ایمان بڑھتا ہے بلکہ عملی زندگی

میں بلند اخلاق، عبادت کا شوق، اللہ کے لئے ہر طرح کی ایثار وقربانی کا جزبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

ہمارے مکتبہ کے لئے یہ شرف کی بات ہے کہ مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی دامت برکاتہم کی والدہ محترمہ ''رابعہ خاتون فاروقی'' جنہوں نے اس کتاب کو مرتب کیا جو خود بھی عورتوں کے لئے ایک بہترین مثالی نمونہ ہیں اس لئے کہ میرا تعلق مفتی صاحب سے تقریباً ایک دھائی سے ہے اور رمضان یہیں گزارتا ہوں جس سے مفتی صاحب کی والدہ کے دینی جزبات اور قرآن کی کثرت سے تلاوت کا تذکرہ برابر سنتا رہتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے۔

اس کتاب میں جن عالی صفات صحابیات کی سیرت کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی مثل تو دنیا میں کسی قوم نے پیش نہیں کی، اس لئے اس کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ ہمارے گھروں میں اچھے اخلاق کے ساتھ ساتھ عبادات کا شوق ودینی جزبہ بھی پیدا ہوگا۔

والسلام

عطاء اللہ صدیقی

مکتبہ پیام امن، ندوہ روڈ لکھنؤ

۲/۱۱/۲۰۱۶ء مطابق ۱/صفر ۱۴۳۸ھ

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔

قرآن پاک میں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے اخلاق وعادات کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح صحابۂ کرام اور صحابیات کی زندگی کے اوصاف وکمالات کی مستند ترین مرقع نگاری کی گئی ہے، مؤرخین اور سیرت نگاروں کے بیانات میں غلط بیان اور مبالغہ آرائی ہوسکتی ہے لیکن خدائے وحدہ لاشریک کی اتاری ہوئی وحی میں حقیقت کی نقاب کشائی اور صداقت کی ترجمانی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے، صحابۂ کرام اور صحابیات کی ہی وہ جماعت ہے جس کے واسطے سے قرآن کے الفاظ ومعانی اور دین کی روح ومزاج بعد میں آنے والی نسلوں تک پہنچے۔اس لئے دین اسلام کی صداقت وحقانیت اور قرآن کی حفاظت اسی بات پر موقوف ہے کہ صحابۂ کرام علیہم اجمعین دیندار وپاکباز، بلند کردار اور صداقت شعار افراد ہوں، اسی لیے قرآن پاک میں صحابۂ کرام کے سلسلے میں ارشاد ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ

’’محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر

نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں‘‘۔**(سورہ فتح آیت۲۹)**

صحابۂ کرام کے فضائل ومناقب میں قرآن کی آیتیں اس قدر کثرت کے ساتھ ہیں کہ کوئی ملحد ومشرک ہی ان کا انکار کرسکتا ہے۔جگہ جگہ صحابہ وصحابیات کو مغفرت اور دخول جنت کی بشارت دی گئی ہے، یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا، وہ اللہ سے راضی ہوگئے، صحابۂ کرام وصحابیات کے فضائل ومناقب میں احادیث اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے، انفرادی طور پر بہت سے صحابہ اور صحابیات کے فضائل زبان نبوت سے بیان ہوئے ہیں۔انہیں دنیا ہی میں جنت کے بلند درجات کی بشارت دے دی گئی ہے۔

قرآن وسنت میں صحابہ کے منصب ومقام، ان کے تزکیہ وتوثیق پر اتنا زور اسی لیے دیا گیا ہے کہ صحابہ کے مجروح ہونے اور ان سے اعتماد اٹھ جانے کے بعد دین اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی، قرآن وسنت اور اسلامی شریعت سے اعتماد اٹھ جائے گا، کیونکہ دین کا سارا سرمایہ بعد میں آنے والی نسلوں تک صحابۂ کرام اور صحابیات ہی کے واسطے سے ہی پہنچا ہے۔

اپنے دور کا ولی کامل ہی کیوں نہ ہو جب وہ روایت حدیث کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اسے لازماً جرح وتعدیل کا پل صراط عبور کرنا پڑتا ہے، لیکن تمام چھوٹے بڑے صحابہ وصحابیات اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جہاں کسی رواداری کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ صحابی رسول ہے ائمہ جرح وتعدیل مہر بلب ہوجاتے ہیں، محدثین کے نزدیک کوئی صحابی کسی انسان کی تعدیل وتوثیق کا محتاج نہیں ہے کیونکہ قرآن وسنت میں تمام صحابہ کی تعدیل وتوثیق کر دی گئی ہے محدثین کا اجماعی اصول ہے’’الصحابة کلهم عدول‘‘۔’’سب کے سب صحابہ عادل ہیں‘‘۔

ان تفصیلات کے بعد صحابہ وصحابیات کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبیوں کے بعد سب سے اعلیٰ صفات کے مالک یہی صحابہ وصحابیات تھیں جن میں رسول کریم ﷺ کی نسبت بھی شامل ہوجائے تو اس کے فضل کو کیا کہنا اسی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے والدہ محترمہ نے اس کتاب

میں صحابیات کی سیرت میں سے اہم رشتے دار صحابیات کی سیرت کے خاص خاص پہلوؤں کو ذکر کیا ہے تاکہ صحابیات سے محبت پیدا ہو اور ہماری بہنوں کے لئے نمونہ ہو۔ چونکہ میری والدہ کا ذہن شروع سے دینی رہا اور گھر میں دینی ماحول قائم کرنے کے لئے ہمارے گھرانے میں سب سے زیادہ مطالعہ کرنے والی عورتوں میں سے تھیں۔ اس لئے کہ ہم لوگ جب چھوٹے تھے اسی وقت ہم لوگوں کو نبیوں کے قصے سونے کے وقت سنایا کرتی تھیں۔

والدہ محترمہ

والدہ محترمہ ''رابعہ خاتون'' بنت رشید احمد فاروقیؒ کی پیدائش ۱۹۳۸ء میں ہوئی ان کے والد یعنی رشید احمد فاروقیؒ کا انتقال ۱۹۴۸ء میں ہو گیا تھا اس کے فوراً بعد آپ کی شادی دو سال کے بعد ۱۱ رجب المرجب مطابق ۱۰ مئی ۱۹۴۹ء بروز سہ شنبہ یعنی منگل کو ۱۱ سال کی عمر میں چچا زاد بھائی جناب محمد حنیف فاروقیؒ سے ہوئی جو (نے۔ وی یعنی) جہاز میں ملازمت کرتے تھے ہماری والدہ صاحبہ کے والد یعنی جناب رشید احمدؒ اور ہمارے دادا عبد القیومؒ سگے بھائی تھے اس طرح ہمارے نانا اور دادا دونوں سگے بھائی ہوئے اور ہمارے نانا کے پاس کافی جائداد تھی جس کی وجہ سے گھر ہی میں چچا زاد بہن بھائی میں شادی ہو گئی۔

آپ ابتدائی نے دینی تعلیم جناب حافظ عبد العلیمؒ و جناب حافظ جوادؒ سے حاصل کی پھر مدرسہ اسلامیہ (محمد پور گونتی فتحپور) میں داخلہ لیا اور جناب ''ماسٹر احسان علیؒ'' سے قرآن مجید، اردو ،حساب اور تھوڑی ہندی کی تعلیم جونیر ہائی اسکول تک حاصل کی۔

صوم صلوٰۃ کی پابند

والدہ محترمہ صوم وصلوٰۃ کی بے حد پابند ہیں مجھے نہیں یاد کہ کبھی انہوں نے کبھی نماز یا روزہ چھوڑا ہو اور الحمد للہ حج ۲۰۰۲ء میں اور عمرہ کی بھی سعادت ۲۰۱۳ء میں حاصل کی۔

والدہ صاحبہ ہمارے قصبہ کی عورتوں میں تعلیم کے لحاظ سے اپنے وقت میں بہت زیادہ فائق تھیں دور دور سے لوگ خطوط لکھوانے آیا کرتے تھے اور محلہ کے جو لوگ باہر رہتے تھے ان کے

پتے تک والدہ کو زبانی اب بھی یاد ہیں۔

اس طرح والدہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے پورے علاقے میں میلاد پڑھنے بھی جایا کرتی تھیں لیکن جب میں دار العلوم ندوۃ العلماء تعلیم حاصل کرنے آیا اور معلوم ہوا کہ یہ میلاد ایک رسمی مشغلہ ہے تو میں نے انہیں بتایا کہ اب آپ ان کتابوں کی جگہ عورتوں کو حدیث کی کتابیں یا مستند سیرت کی کتابیں پڑھ کر سنایا کریں، اس پر لوگوں نے کہا یہ تو نئی نئی کتابیں پڑھتی ہیں میلاد والی نہیں پڑھتیں، اس لئے لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس میں تو سلام اور دوسرے اشعار وغیرہ نہیں ہیں تو پھر والدہ صاحبہ بھی میلاد میں جانے سے پرہیز کرنے لگیں اور شرکت کرنا بند کر دیا۔

اہم صفات

والدہ محترمہ کی سب سے اہم خصوصیت قرآن مجید سے والہانہ تعلق ہے آپ قرآن مجید کی مکمل حافظہ نہ ہونے کے باوجود ہم لوگ گھر میں کہیں سے اگر قرآن مجید پڑھ رہے ہوتے تو وہ آگے کا حرف بتادیا کرتی تھیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ والدہ صاحبہ قرآن مجید بہت کثرت سے تلاوت کرتی ہیں، یہاں تک کہ رمضان المبارک میں تو حد ہی ختم ہو جاتی ہے یعنی تہجد کے وقت سے رات عشاء تک عمومی طور سے کسی سے کچھ غیر ضروری بات نہیں کرتیں صرف افطار کے وقت پانی میں زمزم ملانے کا انتظام روزہ داروں کے لئے کر دیتی ہیں اور باقی اوقات ایک جگہ بیٹھے بیٹھے صرف تلاوت کرتی رہتی ہیں، اس طرح ہر روز کم سے کم ایک دن میں ۲۶ یا ۲۹ پارے تک پڑھ لیتی ہیں، تلاوت قرآن کا تو معمول اب تک ہے۔

والدہ ہی کی قرآن مجید کے تلاوت کی برکت اور دعا ہے، کہ جو اللہ نے مجھ ناچیز کو قرآن مجید کے نازک ترین کام یعنی قرآن مجید کی ترجمانی اور تفسیر فاروقی تحریر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور قرآن مجید کے خادموں کی فہرست میں نام درج کروانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

تربیتی نظام

گھر میں دینی تربیت کا اتنا اہتمام رہتا ہے کہ نماز کوئی چھوڑ نہیں سکتا تھا اسی لئے میں بالغ ہونے سے پہلے ہی نماز کا پابند ہو گیا تھا اور پھر آج تک الحمدللہ میری کبھی نماز فوت نہیں ہوئی سفر ہو یا حضر۔اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ میری تینوں بہنوں کی بھی نماز فوت نہیں ہوئی ہوگی، اس لئے کہ شادی والے دنوں میں بھی ان کے گھر والوں نے بتایا کہ ان لوگوں نے دولہن بننے کی صورت میں بھی نماز کا اہتمام کیا ہے، اس لئے کہ عام طور سے دولہن بننے پر کچھ عورتیں زینت کی وجہ سے تکلف کرتی ہیں اور کچھ حیا کی وجہ سے لیکن اللہ کا فضل ہے کہ ہمارے یہاں کی عورتیں چاہے گھر میں ہوں یا کبھی کسی اشد ضرورت سے کہیں گئی ہوں اور وہاں نماز کا وقت ختم ہونے والا ہو تو وہیں قریب کی کسی مسجد یا روڈ پر ہی پڑھ لیتی ہیں۔

اس لئے کہ ہم کو بہت تھوڑا تھوڑا یاد ہے کہ شاید ۴ یا ۵ سال کے رہے ہونگے اس وقت سردیوں میں ہم لوگ لحاف اوڑھ لیتے تھے اور منہ صرف کھلا رہتا تھا اسی حال میں والدہ سے قصے سنا کرتے تھے اور کبھی کبھی بیٹھ کر گنا چوستے جاتے اور والدہ حضرت ایوبؑ کا کبھی حضرت یوسفؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراھیمؑ وغیرہ کا قصہ سنایا کرتی تھیں اسی وقت سے ہمارے ذہن میں یہ سب قصے یاد ہیں۔

اسی طرح جمعہ پڑھنے کے لئے بھی ترغیب دیتی تھیں کہ اگر جمعہ پڑھ کے آؤ گے تو جمعہ بعد ہم تھال (یعنی اچھے قسم کے چاول کے اوپر شکر اور ناریل ڈال دیا جاتا تھا جسے ہم لوگ تھال کہتے تھے مسجد میں تقسیم کیا جاتا تھا) دیں گے۔تو ہم اپنے دادا کے ساتھ مسجد نماز کے لئے جاتے اور بعد میں تھال وصول کرتے تھے۔

ہمارے دادا صاحب (عبدالقیومؒ وفات ۰۲ جنوری ۱۹۹۳ء بروز منگل) بھی بہت پرہیزگار تھے نماز کے تو پابند تھے ہی اس وقت حج کی سعادت حاصل ہوئی اور ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے، انہیں کسی صاحب نے بتا دیا تھا کہ اعتکاف کی حالت میں بولنا بات کرنا منع ہوتا ہے اس لئے جب ہم مسجد کھانا لے کر جاتے تو وہ ہم سے اشارہ سے بات کرتے، جبکہ ایسا نہیں ہے

اعتکاف کی صورت میں فضول باتوں سے منع کیا گیا ہے لیکن اس وقت ان کو کسی صاحب نے یہی بتا دیا تھا جس پر وہ عمل کرنے لگے تھے بعد میں جب صحیح معلومات ہوئی کہ اعتکاف کی حالت میں بات کر سکتے ہیں تو پھر سنت طریقہ سے عمل کرتے رہے۔

یہی حال ہماری نانی صاحبہ (اسیم النساءؒ وفات ۸ جولائی ۱۹۹۲ء بروز اتوار) کا بھی تھا کہ آخر کے ایام میں نماز قضا نہیں ہوئی اور کلمہ کا تو حال اس طرح ہو گیا تھا کہ سونے کی حالت کے علاوہ ہر سیکنڈ بس صرف کلمہ ہی پڑھتی رہتی تھیں جس کو دیکھتی بس کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ'' ہی پڑھتی رہتی تھیں ان کو کلمہ پڑھنے کی دھن سی ہو گئی تھی اور کلمہ پڑھتے پڑھتے انتقال بھی ہوا۔

اور دادی صاحبہ (قمر النساءؒ وفات ۳۰ نومبر ۱۹۸۵ء بروز اتوار) کا بھی یہی حال تھا کہ انتقال سے پہلے عصر کا وضو اپنے سے کر کے اٹھنے لگیں کہ بس اچانک اسی جگہ گر گئیں اتفاق سے میں وہیں پر موجود تھا تو میں نے فوراً اٹھایا اور بستر پر اٹھا کر لٹا دیا پھر بستر کا ٹیک لگا کر کہا نماز ادا کر لیجئے انہوں نے نماز ادا کر لیا، لیکن کچھ عورتیں محلہ کی جمع ہو گئی کہنے لگیں ان کی جان جا رہی ہے تم کو نماز کی ہی پڑی ہوئی ہے ابھی پریشان نہ کرو، میں فوراً ڈاکٹر کو بلانے گیا اور ڈاکٹر آئے اور دیکھ ہی رہے تھے کہ مغرب کا وقت ہو گیا میں نماز پڑھنے مسجد چلا گیا اور مسجد سے واپس آیا تو راستے ہی میں معلوم ہوا کہ دادی صاحبہ کا انتقال ہو چکا ہے یعنی مغرب سے پہلے ہی دار فانی کو منتقل ہو گئیں۔

والد صاحب (محمد حنیفؒ وفات ۱۳۰ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ) بھی ظاہری طور پر دین دار تو نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن نماز کے پابند ہر قسم کے شرک سے پرہیز، اللہ پر بے انتہا بھروسہ اور ایمان بہت پختہ تھا اور معاملات بے انتہا صاف ستھرے تھے کبھی کسی سے معاملاتی مسائل میں الجھاؤ نہیں ہوتا تھا اور قرض لینا کبھی پسند نہیں کرتے تھے اور کہتے پیر اتنا پھیلاؤ جتنی بڑی چادر ہو۔مطالعہ کا بہت شوق تھا ''اگر اب بھی نہ جاگے تو'' نام کی کتاب مجھے والد صاحب ہی نے لا کر دی تھی جس کے مطالعہ کے بعد میں نے غیر مسلموں میں دعوت کی ابتدا کی، اسی طرح آپ آخر دور میں نماز روزہ کے بھی بہت پابند تھے اور اسی حال میں آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

یہ سبھی لوگ میرے ساتھ انتہائی شفقت کا معاملہ کرتے تھے جن کی شفقت کا احسان، قلم بیان کرنے سے قاصر ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرما کر اپنی شان کے مطابق اجر عظیم سے نوازے اور میرے تمام دینی کاموں کا صلہ ان حضرات کو بھی عطا فرمائے۔

اولادیں

والدہ صاحبہ سے ہم لوگ دو بھائی پانچ بہنیں تھیں، لیکن ایک بھائی دو بہنوں کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا اس لئے میں اپنی والدہ سے ایک بیٹا (محمد سرور فاروقی ندوی) اور تین بہنیں (شہنواز فاروقی، آفرین فاروقی، صادقہ فاروقی) ہیں الحمد للہ سب شادی شدہ ہیں اور سب کے کئی کئی اولادیں ہیں یعنی والدہ کے دو پوتے دو پوتیاں ۶ نواسے اور ۴ نواسیاں ہیں۔ جن میں سے ایک پوتا تو مکمل حافظ دو پوتیاں چند پاروں کی حافظ اور ایک نواسی اور ایک نواسہ مکمل حافظ اور تین نواسے اور ایک پوتا حفظ کر رہے ہیں۔

یہ تھیں والدہ محترمہ سے متعلق کچھ تاریخی جھلکیاں جس کو میں نے مختصراً ذکر کیا ہے اور اب اوپر کی تفصیل سے والدہ کے دینی ذوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ صحابیات کی سیرت کو پڑھنے کی گھر میں تلقین کرتی تھیں اور خود بھی مطالعہ کا اہتمام رہتا تھا۔ اس لئے میں نے انہیں بتایا کہ صحابیات کی ان کتابوں سے اہم صحابیات کی نشاندہی کر کے لکھوا دیجئے تاکہ گھروں میں صحابیات کا تذکرہ ہو، اس طرح یہ کتابی شکل میں تیار ہوگئی اور اس کے بعد پروف کا مرحلہ بھی طے ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرماتے ہوئے ہماری بہنوں کے لئے صحابیات کی زندگی کو نمونہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ والدہ صاحبہ کی عمر میں برکت عطا فرماتے ہوئے صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سایہ قائم فرمائے اور دینی کاموں میں مصروف رہتے ہوئے حسن خاتمہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

محمد سرور فاروقی ندوی

۲/۱۱/۲۰۱۶ء مطابق ۱رصفر ۱۴۳۸ھ	محمد پور گونتی، محلہ پورب، فتحپور (ہسوہ) الھند

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

(آپ ﷺ کی نواسی)

تعارف

یہ ابوالعاصؓ بن ربیع کی بیٹی ہیں۔ جو زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہوئیں، یعنی رسول کریم ﷺ کی نواسی ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ امامہؓ بنت ابوالعاصؓ ربیع بن عبد العزی ابن عبد شمس بن عبد مناف۔

نکاح

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ اس لیے جب حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت علیؓ نے امامہؓ سے نکاح کر لیا، حضرت ابوالعاصؓ نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے پھوپھیرے بھائی تھے امامہؓ کے نکاح کی وصیت کی تھی، چنانچہ یہ تقریب ان ہی کی مرضی سے انجام پائی، اور نکاح بھی خود انہوں نے ہی پڑھایا یہ سنہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔

سنہ ۴۰ھ میں جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبد المطلب کے پڑپوتے) کو وصیت کر گئے کہ امامہؓ سے نکاح کر لیں، چنانچہ مغیرہ نے تعمیل کی، اس سے قبل حضرت امیر معاویہؓ کا پیغام پہنچا تھا، اور انہوں نے مروان کو لکھا تھا کہ ایک ہزار دینار اس تقریب میں خرچ کئے جائیں، حضرت امامہؓ نے مغیرہ کو اطلاع دی تو انہوں نے فوراً حضرت حسنؓ کی اجازت سے نکاح پڑھا لیا۔

(طبقات ج۸ ص۲۷ واسد الغابہ ج۵ ص۴۰۰ واستعیاب ج۲ ص۷۲۸)

اولاد

حضرت مغیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام یحییٰ تھا، لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امامہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

وفات: حضرت امامہؓ نے حضرت مغیرہ کے یہاں وفات پائی۔(اصابہ ج۸ ص۱۴)

خصوصیات

رسول اللہ ﷺ کو حضرت امامہؓ سے بہت محبت تھی۔آپ ﷺ ان کو نماز کے اوقات میں بھی جدا نہیں کرتے تھے صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں امامہؓ کو کندھے پر بٹھائے ہوئے تشریف لائے پھر اسی حالت میں نماز بھی پڑھائی ،آپ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے ، پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے ،اسی طرح آپ ﷺ نے پوری نماز ادا فرمائی۔(صحیح بخاری ج۱ ص۷۴ و زرقانی ج۳ ص۲۵۵)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیہ میں بھیجیں جن میں ایک قیمتی ہار بھی تھا۔حضرت امامہؓ ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں۔آپؐ نے فرمایا میں اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ازواج نے سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوگا لیکن آپ ﷺ نے امامہؓ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا۔بعض روایتوں میں ہار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے۔(زرقانی ج۲ ص۲۲۵ بروایت مسند ابن حنبل) ہدیہ بھیجنے والے کا نام نجاشی تھا۔(طبقات ابن سعد ج۸ ص۲۷)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

(رسول اللہؐ کی پھوپھی اور خالہ زاد بہن)

تعارف

آپ کا نام صفیہ تھا جو عبدالمطلب کی بیٹی تھیں یعنی رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ان کی ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا، جو حضرت آمنہ (رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ) کی ہمشیرہ ہیں اس وجہ سے حضرت صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہونے کے ساتھ آپ کی خالہ زاد بہن بھی تھیں، حضرت حمزہؓ رسول اللہ ﷺ کے چچا بھی ہالہ سے پیدا ہوئے تھے، اس لئے وہ اور حضرت صفیہؓ حقیقی بھائی بہن تھے۔

نکاح

ان کا نکاح ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث سے ہوا تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ کے بھائی عوام بن خویلد سے نکاح ہوا جن سے حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے۔

قبول اسلام

رسول اللہ ﷺ کی عمر جب ۴۰ سال کی ہوئی تو آپ ﷺ مبعوث ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تمام پھوپھیوں میں یہ شرف صرف حضرت صفیہؓ کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔اور ان کے سوا رسول اللہ ﷺ کی کوئی پھوپھی ایمان نہیں لائیں۔(اسد الغابہ ج۵ ص۴۹۲)

وفات

حضرت صفیہؓ نے ۲۰ ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں اس وقت انکی عمر تہتر ۷۳ برس کی تھی۔

خصوصیات

حضرت صفیہ نے حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی ،غزوۂ احد میں جب مسلمانوں نے شکست کھائی تو وہ مدینہ سے نکلیں اور صحابہؓ سے سخت لہجہ میں کہتی تھیں کہ تم لوگ ''رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر چل دیئے۔(طبقات ج ۸ ص ۲۸)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔(اس لئے کی یہ حمزہ کی سگی بہن تھیں) حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ ؐ کا پیغام سنایا، تو صفیہؓ بولیں کہ میں اپنے بھائی کا حال سن چکی ہوں لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی لاش پر گئیں ،خون بہ رہا تھا اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر خاموش ہو گئیں۔اور مغفرت کی دعا مانگی۔(اسد الغابہ ج ۸ ص ۲۸)

واقعہ چونکہ نہایت دردانگیز تھا۔اس لئے ایک مرثیہ کہا جس کے ایک شعر میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا۔

(اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ و اصابہ ج ۸ ص ۱۲۹)

''آج آپؐ پر وہ دن آیا ہے جس میں آفتاب سیاہ ہو گیا ہے حالانکہ
پہلے وہ روشن تھا۔''

غزوۂ احد کی طرح غزوۂ خندق میں بھی حضرت صفیہؓ نے نہایت ہمت اور استقلال کا ثبوت دیا۔انصار کے قلعوں میں فارع سب سے مستحکم قلعہ جو تھا، وہ حضرت

حسانؓ کا تھا، یہ قلعہ یہود بنو قریظہ کے آبادی سے متصل تھا۔مستورات اسی میں تھیں اور ان کی حفاظت کے لئے حضرت حسانؓ (شاعر) متعین کر دیئے گئے تھے۔

یہود نے یہ دیکھ کر کہ تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے گئے ہیں اس لئے قلعہ پر حملہ کر دیا جائے۔چنانچہ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔حضرت صفیہؓ نے دیکھ لیا۔حسانؓ سے کہا کہ اتر کر اسے قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا۔

حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے ان میں اس قدر عذر پیدا ہو گیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے اس وجہ سے اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا؟ حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا۔حضرت صفیہؓ چلی آئیں اور حضرت حسانؓ سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔حسانؓ نے کہا جانے دیجئے، مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں حضرت صفیہ نے کہا اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے پیچھے پھینک دو تاکہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہؓ ہی کو انجام دینی پڑی، یہودیوں کو یقین ہو گیا۔کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے۔اس خیال سے پھر انہوں نے حملہ کی جرأت نہ کی۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ و ۲۸ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۳)

۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تو، حضرت صفیہؓ کو جو صدمہ ہوا ہو گا ظاہر ہے، جس پر ایک مرثیہ لکھا، جس کا مطلب یہ ہے۔رسول اللہ ﷺ کی وفات پر اے آنکھ خوب آنسو بہا، یہ مرثیہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے۔(اصابہ ج ۸ ص ۱۹)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

(رسول اللہ ؐ کے والد عبداللہ کی کنیز)

تعارف

ان کا برکتہ نام تھا اور ام ایمن کنیت تھی انہیں ام لاظہار کے نام سے پکارا جاتا تھا.
ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان تھا، یہ حبشہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت عبداللہ (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کنیز تھیں ۔بچپن سے حضرت عبداللہ کے ساتھ رہیں اور جب انہوں نے انتقال کیا تو حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہوں نے پرورش بھی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی غلامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

(اصابہ ج ۸ ص ۲۱۲ و ۲۱۳)

نکاح

حارث بن خزرج کے خاندان میں عبید بن زید ایک شخص تھے۔جن سے حضرت ام ایمن ؓ کا عقد ہوا،لیکن جب انہوں نے وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید ؓ بن حارثہ ؓ جو کہ محبوب خاص تھے،نکاح پڑھایا (یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے)۔

قبول اسلام

حضرت زید ؓ چونکہ مسلمان ہو چکے تھے اس لئے ام ایمن ؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔

اولاد

آپ کے دو اولادیں ہوئیں، ایمن ؓ اور اسامہ ؓ ،ایمن ؓ پہلے شوہر سے تھے، جو

صحابی ہیں انہوں نے خیبر میں شہادت پائی ،اسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب خاص تھے ،اوران کے والد کو بھی یہی درجہ حاصل تھا،نہایت جلیل القدر صحابی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوان سے بے انتہا محبت تھی۔

وفات

حضرت ام ایمن ؓ نے حضرت عثمان ؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

خصوصیات

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی گئیں اور وہاں سے ہجرت کے بعد مدینہ واپس آئیں ،اور غزوۂ احد میں شرکت کی ،اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔اسی طرح یہ غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔
۱۱ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا، ام ایمن ؓ سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں، حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ نے سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔ جواب ملا'' یہ خوب معلوم ہے۔اور میرے رونے کا سبب بھی یہ نہیں ہے رونے کا اصلی سبب تو یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا۔حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ ملکر زار وقطار رونے لگے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱)

۲۳ھ میں حضرت عمر ؓ نے وفات شہادت پائی ۔ام ایمن ؓ کو معلوم ہوا تو بہت روئیں، لوگوں نے کہا اب کیوں روتی ہو؟ بولیں اب اس لئے کہ اسلام کمزور پڑ گیا۔

(اصابہ ج ۸ ص ۲۱۴ بحوالہ ابن سعد)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جن کے راویوں میں حضرت انس ؓ بن مالک، حبش بن عبداللہ صنعانی اور ابو یزید ؓ مدنی قابل ذکر ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نہایت عزت کرتے اور فرماتے تھے کہ ''ام ایمن ؓ میری

ماں ہیں‘‘ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے، ایک مرتبہ تشریف لائے تو انہوں نے شربت پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی وجہ سے متردد رہے، اس پر ام ایمنؓ ناراض ہوئیں۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱)

حضرت ام ایمنؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کرنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کا ناز تھا، یہ خفگی اسی محبت کی خفگی تھی۔ (نووی شرح مسلم)

انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے نخلستان دیئے تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصارؓ کو ان کے نخلستان واپس کرنا شروع کیا حضرت انسؓ کے کچھ باغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور آپ نے ام ایمنؓ کو عطا کر دیا، اس پر مصر رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے ۱۰ گنا زیادہ عطا فرمایا۔ (صحیح بخاری (زرقانی ج ۳ ص ۳۳۷)

❁❁❁

حضرت فاطمہؓ بنت اسد

(عبدالمطلب کی بھتیجی اور والدہ حضرت علی)

تعارف

ان کا فاطمہ نام تھا یہ اسد بن ہاشم کی بیٹی اور عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھتیجی تھیں۔ ان کا نکاح ابو طالب بن عبدالمطلب سے ہوا۔ جن سے حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔

قبول اسلام

آغاز اسلام میں خاندان ہاشم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا اور ان میں اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے، حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھیں، اگرچہ ان کے شوہر ایمان نہیں لائے، تاہم وہ اور ان کی بعض اولاد مشرف بہ اسلام ہوئیں جب ابو طالب کا انتقال ہوا۔ تو ان کے بجائے حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دست و بازو رہیں۔

ہجرت

آپؐ کو جب ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، یہاں حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ زہرا سے عقد ہوا، تو حضرت علیؓ نے اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ بنت اسد) سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی آتی ہیں، میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا، اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷)

اولاد

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جعفر طیارؓ (۳)ؓ طالب (۴) عقیل۔

وفات

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی یہ وفات پا گئیں، بعض کا خیال ہے کہ یہ ہجرت سے قبل فوت ہوئیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر کفن دیا اور قبر میں اتر کر لیٹ گئے، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے حسن سلوک نہیں کیا تھا، اس بنا پر میں نے ان کو قمیص پہنایا کہ جنت میں ان کو حلہ ملے اور قبر میں لیٹ گیا کہ قبر کی سختی میں کمی واقع ہو۔(اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷)

خصوصیات

اصابہ میں ہے، کہ یہ نہایت صالح تھیں رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کو تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے تھے۔

❁❁❁

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا

(حضرت عباسؓ کی بیوی)

تعارف

ان کا نام لبابہ تھا اور ام الفضل کنیت تھی کبری لقب تھا ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن بن بجیز بن الہرام بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا، جو قبیلہ کنانہ سے تھیں۔

لبابہ کی حقیقی اور اخیافی کئی بہنیں تھیں جو خاندان ہاشم اور قریش کے دوسرے معزز گھرانوں میں منسوب تھیں، چنانچہ حضرت میمونہ رسول اللہ ﷺ کو، لبابہ حضرت عباسؓ (عم رسول اللہ ﷺ) کو اور اسماءؓ حضرت جعفر طیارؓ (برادر حضرت علیؓ) کو منسوب تھیں، اسی وجہ سے ان کی والدہ (ہند بنت عوف) کی نسبت مشہور ہے کہ سسرالی قرابت میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

نکاح

حضرت عباسؓ سے جو رسول اللہ ﷺ کے عم (چچا) محترم تھے ان سے ان کا نکاح ہوا۔ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں، ابن سعد کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام قبول کیا تھا، باقی اور عورتیں ان کے بعد ایمان لائیں، اس لحاظ سے ان کے ایمان لانے کا زمانہ بہت قدیم ہوجاتا ہے۔

اولاد

حضرت عباسؓ کی اکثر اولاد ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئیں اور چونکہ یہ سب

بیٹے نہایت قابل تھے ،اس لئے بڑی خوش قسمت سمجھی جاتی تھیں،فضل ،عبداللؓ ،معبد ،عبیداللہ ،عبدالرحمن اورام حبیبہؓ ان ہی کی اولادیں ہیں۔

وفات

ام الفضلؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائیں ،اس وقت حضرت عباسؓ زندہ تھے اور حضرت عثمانؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

خصوصیات

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں،راوی حسب ذیل اصحاب ہیں ،عبداللہ(سبھی عباسؓ کے بیٹے) انس بنؓ مالک ،عبداللہ بن حارثہ بن نوفل ،عمیر،کریب،قابوس۔

ام الفضلؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج بھی کیا، چنانچہ حجۃ الوداع میں جب لوگوں کو عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صائم ہونے کی نسبت شبہہ ہوا اوران کے پاس آکر ذکر کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ دودھ بھیجا آپ چونکہ روزہ سے نہ تھے اس لئے دودھ پی لیا اور لوگوں کو تشفی ہوگئی۔(صحیح بخاری ج ا ص ۲۶۷)

عابدہ اورزادہ تھیں، ہر دوشنبہ اور پنچشنبہ کو روزہ رکھتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتی تھیں،آپ اکثر ان کے یہاں جاتے اور دوپہر کے وقت آرام فرماتے تھے۔

(خلاصۂ تہذہب ص ۴۹۵)

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

(حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی)

تعارف

ام رومان ان کی کنیت تھی ۔ یہ قبیلۂ کنانہ کے خاندان فراس سے تھیں،سلسلۂ نسب اس طرح ہے ،ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع ابن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ تھا یہ کچھ زمانے کے بعد مکہ میں حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر انہوں نے بھی لبیک کہا تھا۔

نکاح

ان کا عبداللہ بن سنجرہ سے نکاح ہوا اور انہی کے ہمراہ مکہ آکر عبداللہ اور حضرت ابوبکرؓ کے حلیف بن گئے تھے،اس وجہ سے جب انہوں نے انتقال کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے خود نکاح کرلیا۔

اولاد

اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ام رومانؓ نے دو نکاح کئے تھے، پہلے شوہر سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام طفیل تھا،حضرت ابوبکرؓ سے دو اولادیں ہوئیں۔حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت عائشہؓ۔

ہجرت

ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں مدینہ کو روانہ ہوگئے تھے ،لیکن ان کا خاندان مکہ میںؓ مقیم تھا، مدینہ پہنچے تو وہاں سے زیدؓ ابن حارثہ اور

ابورافع مستورات کولانے کے لئے بھیجے گئے ، اس وقت ام رومانؓ بھی ان ہی کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

وفات

حضرت ام رومانؓ نے ۹ ھ میں یا اس کے بعد انتقال کیا،(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اوران کے لئے مغفرت کی دعا کی ،بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ٦ ھ میں وفات پائی تھی لیکن یہ صحیح نہیں ، کیونکہ واقعات سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

خصوصیات

شعبان ٦ ھ میں افک کا واقعہ پیش آیا تو ،ام رومانؓ کے لئے یہ نہایت مصیبت کا وقت تھا ،حضرت عائشہؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر میکہ آئیں حضرت ابوبکرؓ بالا خانے پر تھے اورام رومان نیچے بیٹھی تھیں ، پوچھا کیسے آئیں ،حضرت عائشہؓ نے ساراواقعہ بیان کیا بولیں ، بیٹی اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں جوعورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے ۔اس کی سوتیں حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں ،لیکن حضرت عائشہؓ کو اس سے کچھ تسکین نہ ہوئی ۔اور چیخ مار کر روئیں.

حضرت ابوبکرؓ نے آواز سنی تو بالا خانہ سے اتر آئے اور خود بھی رونے لگے پھر ان سے کہا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ اس کے ساتھ ہی ام رومانؓ کو لے کر خود بھی روانہ ہوئے ،حضرت عائشہؓ کو چونکہ اس صدمہ سے بخار آ گیا تھا ۔دونوں نے ان کو گود میں لٹایا ،عصر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

’’عائشہؓ !اگر واقعی تم سے ایسی غلطی ہوئی ہو تو خدا سے توبہ کرو،‘‘ حضرت عائشہؓ نے والدین سے کہا کہ آپ لوگ جواب دیں ،لیکن جواب ملا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

غرض حضرت عائشہؓ نے بعد میں خود ہی جواب دیا ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی

نازل ہوئی ،جس میں ان کی صاف طور پر برأت کی گئی تھی تو حضرت ام رومانؓ بولیں کہ ’’تم اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ‘‘ حضرت عائشہؓ نے کہا ’’میں نہ ان کی مشکور ہوں اور نہ آپ کی میں صرف اپنے اللہ کا شکرادا کرتی ہوں ۔(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۵ و ۶۹۹ و ۷۰۰)

اسی سنہ کے اخیر میں مہمانوں کا واقعہ پیش آیا ،حجرت ابوبکرؓ اصحاب صفہ میں سے ۳ صاحبوں کو اپنے گھر لائے تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو واپسی میں دیر ہوگئی ،گھر آئے تو اُم رومان نے کہا کہ مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں بیٹھے رہے ؟ بولے تم نے کھانا نہیں کھلایا ؟ جواب ملا ہاں میں نے بھیجا تھا لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا غرض پھر کھانا کھلانا شروع کیا اور اس قدر برکت ہوئی کہ نہایت افراط کے ساتھ چل رہا تھا ،حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ام رومانؓ سے پوچھا اب کتنا ہے ؟ بولیں ۳ گنے سے زیادہ ، چنانچہ پھر پورا کھانا اٹھوا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۴ و ۸۵)

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

(حضرت عمار بن یاسر کی والدہ)

تعارف

یہ خباط کی بیٹی اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ تھیں اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں اور ان کا نکاح یاسر عبسی سے ہوا جو ابوحذیفہ کے حلیف تھے، ان سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تو ابوحذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔(اصابہ ج ۸ ص ۱۱۴ و استیعاب ج ۲ ص ۷۵۹)

قبول اسلام اور کفار کا ظلم

ابتدائی دنوں میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہؓ، یاسرؓ اور عمارؓ تینوں نے اس دعوت کو لبیک کہا، تاریخ میں ہے کہ حضرت سمیہؓ کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا۔ کچھ دن اطمینان سے گذرے تھے کہ قریش کا ظلم وستم شروع ہو گیا۔ اور یہ ظلم بڑھتا گیا۔

چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتا تھا حضرت سمیہؓ کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر مجبور کر دیا، لیکن وہ اپنے عقیدہ پر نہایت شدت سے قائم رہیں، جس کا صلہ یہ ملا کہ مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے، لیکن ان کے عزم واستقلال کے سامنے یہ آتش کدہ سرد پڑ جاتا تھا رسول اللہ ﷺ ادھر سے گذرتے تو یہ حالت دیکھ کر فرماتے، آل یاسر! صبر کرو اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔

شہادت

پورے دن کفار کے ظلم اور مصیبت میں رہ کر شام کو نجات ملتی تھی، ایک مرتبہ شب کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں اور اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھ کر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہؓ جان بحق ہو گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی اس بے کسی پر سخت افسوس تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے آکر کہا کہ اب حد ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے صبر کی تاکید فرمائی، اور کہا ''خداوندا! آل یاسرؓ کو جہنم سے بچا'' یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قبل کا ہے، اس وجہ سے حضرت سمیہؓ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔(استیعاب ج ۲ ص ۷۶۰)

غزوۂ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا ''دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا۔(اصابہ ج ۸ ص ص ۱۴ بحوالۂ ابن سعد)

❁❁❁

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

(رسول کریم ﷺ کے رشتہ کی خالہ)

تعارف

ان کا نام سہلہ یا رملہ تھا اورام سلیم کنیت تھی غمیصاء اور رمیصا ان کا لقب تھا، سلسلہ نسب ان کا اس طرح ہے ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، اسی طرح ماں کا نام ملیکۃ بنت مالک بن عدی بن زید مناہ تھا۔

آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سلمٰی بنت زید کی پوتی تھیں۔ سلمٰی عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کی والدہ تھیں اسی وجہ سے ام سلیم ؓ رسول اللہ ﷺ کی خالہ مشہور ہیں۔ ان کا نکاح مالک بن نضر سے ہوا تھا۔

اسلام

شروع میں مدینہ کے قیام کے زمانے میں ہی یہ مسلمان ہوئیں، مالک بن نضر چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے اورام سلیم ؓ تبدیلی مذہب پر اصرار کرتی تھیں اس لئے دونوں میں کشیدگی پیدا ہوئی اور مالک بن نضر ناراض ہوکر شام چلے گئے اوران کا وہیں انتقال ہوگیا اس کے بعد، ابوطلحہ نام کے ایک صاحب نے جو اسی قبیلہ سے تھے نکاح کا پیغام بھیجا۔ لیکن ام سلیم ؓ نے ان کے مشرک ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا یعنی ابوطلحہ مشرک تھے اس لئے انہوں نے نکاح نہیں کیا۔

غرض ابوطلحہ نے کچھ دن غور کرنے کے بعد اسلام کا اعلان کیا اورام سلیم ؓ کے سامنے آ کر کلمہ پڑھا، حضرت ام سلیم ؓ نے اپنے بیٹے انس ؓ سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح

کر دو ساتھ ہی ام سلیم نے اپنا مہر معاف کر دیا اور کہا ''میرا مہر اسلام ہے'' حضرت انس ؓ کہا کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب وغریب مہر تھا۔ **(اصابہ بحوالہ ابن سعد)**

اولاد

آپ کے دو نکاح ہوئے تھے، جس میں پہلے شوہر مالک بن نضر سے حضرت انس ؓ پیدا ہوئے اور دوسرے شوہر حضرت ابوطلحہ ؓ سے دولڑکے پیدا ہوئے جن کا نام ابوعمیر اور عبداللہ تھا ابوعمیر بچپن ہی میں فوت ہوگئے اور عبداللہ سے بعد میں نسل چلی۔

وفات

حضرت اُم سُلَیم ؓ کی وفات خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی۔

خصوصیات

نکاح کے بعد حضرت ابوطلحہ ؓ نے بیعت عقبہ میں شرکت کی اور چند ماہ کے بعد آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے، حضرت ام سلیم ؓ اپنے بیٹے (حضرت انس ؓ) کو لے کر آپ ؐ کے پاس آئیں اور کہا ''انس کو آپ کی خدمت کے لئے پیش کرتی ہوں یہ میرا بیٹا ہے آپ اس کے لئے دعا فرمائیں''، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ **(صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۲ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۴)**

اسی زمانہ میں آپ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کی اور یہ عمل ان ہی کے مکان میں ہوا۔ **(بخاری)**

''غزوات میں حضرت ام سلیم ؓ نے بڑی جوش دلی سے حصہ لیا''۔ **(مسلم ج ۲ ص ۱۰۳)**

غزوات میں رسول کریم ﷺ حضرت ام سلیم ؓ اور انصار کی چند عورتوں کو اجازت دیتے تھے جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے اس وقت یہ نہایت مستعدی سے جمی ہوئی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے منقول ہے کہ ''میں نے

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں۔(مسلم ج۲ص۱۰۳)

۵ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا، اس موقع پر حضرت ام سلیمؓ نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انسؓ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں۔(صحیح مسلم ج۱ص۵۵)

۷ھ میں خیبر کا واقعہ پیش آیا، حضرت ام سلیمؓ اس میں شریک تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا۔تو حضرت ام سلیمؓ ہی نے (حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے) سنوارا تھا۔(ایضاً ص۵۴۶)

غزوۂ حنین میں وہ ایک خنجر ہاتھ میں لئے تھیں، ابوطلحہؓ نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ام سلیمؓ خنجر لئے ہیں آپؐ نے پوچھا کہ کیا کرو گی؟ بولیں "اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے حضرت ام سلیمؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے جو لوگ فرار ہو گئے ہیں ان کے قتل کا حکم دیجئے ارشاد ہوا "خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے۔(ایضاً ج۲ص۱۰۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے چند حدیثیں مروی ہیں جن کو حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، زید بن ثابت، ابوسلمہ اور عمرو بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تھا تو ان بزرگوں نے ان ہی کو فیصل مانا۔(مسند ج۶ص۴۳۰و۴۳۱)

ان کو مسائل کے پوچھنے میں کچھ عار نہ تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا حق بات سے نہیں شرماتا کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہے، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ یہ سوال سن رہی تھیں، بیساختہ ہنس پڑیں کہ

تم نے عورتوں کی بڑی فضیحت کی؟ بھلا کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں؟ ورنہ بچے ماں کے ہم شکل کیوں ہوتے۔(ایضاً ص۶۹۲و۳۰۶(۷۶ج۶)

حضرت ام سلیم کے جوش ایمانی کا یہ عالم تھا کہ اپنے پہلے شوہر سے صرف اس وجہ سے علیحدگی اختیار کی کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ تھے، حضرت ابوطلحہؓ نے نکاح کا پیغام دیا تو محض اس وجہ سے رد کر دیا تھا کہ وہ مشرک تھے اس موقع پر انہوں نے ابوطلحہؓ کو جس خوبی سے اسلام کی دعوت دی وہ سننے کے قابل ہے مسند احمد میں ہے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی دعوت

حضرت ام سلیمؓ نے کہا ابوطلحہ! تم جانتے ہو کہ تمہارا معبود زمین سے واقف ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں حضرت ام سلیمؓ بولیں تو پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ حضرت ابوطلحہؓ پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ محبت کرتی تھیں، آپ اکثر ان کے مکان تشریف لے جاتے اور دوپہر کو وہیں آرام فرماتے، جب بستر سے اٹھتے تو وہ آپ کے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کر کے رکھ لیتی تھیں۔

(صحیح بخاری ج۲ص۹۲۹)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو وہ اٹھیں اور مشک کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن مبارک مس ہوا ہے۔
(مسند ج۶ص۳۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کو بہت مانتے تھے۔(صحیح مسلم ج۲ص۳۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کے علاوہ صرف یہی ام سلیمؓ تھیں جن کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیوں تشریف لے جاتے ہیں، تو فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے، ان کے بھائی (حرامؓ) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر اوقات حضرت ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت ابوعمیر کے انتقال کا واقعہ

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نہایت صابر اور مستقل مزاج تھیں، ابوعمیر ان کا بہت لاڈلا اور پیارا بیٹا تھا لیکن جب اس نے انتقال کیا تو نہایت صبر سے کام لیا اور گھر والوں کو منع کیا کہ ابوطلحہؓ کو اس واقعہ کی خبر نہ کریں، رات کو حضرت ابوطلحہؓ آئے تو ان کو کھانا کھلایا اور نہایت اطمینان سے بستر پر لیٹے کچھ رات گذرنے پر ام سلیمؓ نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا، لیکن عجیب انداز سے کیا۔ بولیں:

اگر تم کو کوئی شخص عاریۃً ایک چیز دے اور پھر اس کو واپس لینا چاہے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کروگے، ابوطلحہؓ نے کہا کبھی نہیں، کہا تو اب تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہئے۔

ابوطلحہؓ یہ سن کر غصہ ہوئے، کہ پہلے سے کیوں نہ بتلایا۔ صبح اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا، خدا نے اس رات تم دونوں کو بڑی برکت دی۔

کھانے کا واقعہ

اسی طرح ایک مرتبہ ابوطلحہؓ آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں کچھ بھیج دو حضرت ام سلیمؓ نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انسؓ کو دے دیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں، آپ ﷺ مسجد میں تھے، اور صحابہؓ بھی بیٹھے

ہوئے تھے، حضرت انسؓ کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ابوطلحہؓ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہاں، فرمایا کھانے کے لئے؟ کہا ہاں.

تو آپ ﷺ تمام صحابہؓ کو لیکر ابوطلحہؓ کے مکان پر تشریف لے آئے، حضرت ابوطلحہؓ کئی لوگوں کو دیکھ کر گھبرا گئے اور حضرت ام سلیمؓ سے کہا اب کیا کیا جائے؟ کھانا تو بہت تھوڑا سا ہے اور رسول اللہ ﷺ ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں، حضرت ام سلیمؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا، کہ ان باتوں کو خدا اور رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اندر آئے، تو حضرت ام سلیمؓ نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے۔ (صحیح بخاری ج۲ ص۸۱۰)

بشارت

حضرت ام سلیمؓ کے فضائل میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو مجھ کو آہٹ معلوم ہوئی، میں نے کہا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انسؓ کی والدہ غمیصاء ملحان ہیں۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۴۲)

۞۞۞

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا نام نسیبہ تھا اور ام عمارہ کنیت تھی یہ قبیلۂ خزرج کے نجار خاندان سے تھیں جن کا نسب نامہ اس طرح ہے، ام عمارہؓ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔

نکاح

ان کا پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا۔ پھر دوسرا نکاح عربہ بن عمرو سے ہوا۔ انہوں نے بیعت عقبہ میں شرکت کی تھی اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بیعت عقبہ میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، جن میں حضرت ام عمارہؓ کا بھی ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔

غزوات میں شرکت

حضرت ام عمارہ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت بہادری سے لڑیں، جب تک مسلمان فتح یاب نہیں ہوئے یہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں، لیکن جب شکست ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں، کفار جب آپ پر بڑھتے، تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود بیان ہے کہ میں احد میں ان کو میں نے اپنے دائیں اور بائیں طرف برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا، ابن امیہ جب ڈراتا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا لیکن انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لئے کارگر نہ ہوئی، بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا، احد کے بعد بیعت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ

الرضوان، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔ (ابن ہشام ص ۸۴)

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں یمامہ کی جنگ پیش آئی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا، مقابلہ تھا، حضرت ام عمارہؓ اپنے ایک لڑکے (حبیب) کو لے کر حضرت خالدؓ کے ساتھ روانہ ہوئیں، اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کر دیا، تو انہوں نے منت مانی کہ ''یا مسیلمہ قتل ہوگا یا وہ خود جان دیدینگی'' یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں اور اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا۔

اولاد

وفات کے وقت چار اولادیں یادگار چھوڑیں (۱) حبیب (۲) عبداللہ (پہلے شوہر زید بن عاصم سے) (۳) تمیم (۴) خولہ (دوسرے شوہر عربہ بن عمرو سے)۔

خصوصیات

انہوں نے چند حدیثیں روایت کی ہیں جو عباد بن تمیم سے عکرمہ، حارث ابن کعب اور ام سعد بنت سعد بن ربعی سے مروی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو بہت محبت تھی، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان میں تشریف لائے تو انہوں نے کھانا پیش کیا، ارشاد ہوا تم بھی کھاؤ، بولیں میں روزہ سے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا نوش فرمایا اور فرمایا کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (مسند ج ۸ ص ۳۶۵)

❁❁❁

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا نسیبہ بنت حارث نام تھا جو انصار کے قبیلہ ابی مالک بن النجار سے تھیں۔ یہ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک مکان میں بیعت کے لئے جمع کیا اور حضرت عمر کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت کرلیں کہ شرک نہ کریں گی، چوری اور زنا سے بچیں گی، اولاد کو قتل نہ کریں گی، کسی پر بہتان نہ باندھیں گی، اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی،

عورتوں نے یہ سب تسلیم کیا، تو حضرت عمر نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور عورتوں نے اپنے ہاتھ باہر نکالے جو بیعت کی علامت تھی، اس کے بعد حضرت ام عطیہؓ نے پوچھا کہ اچھی باتوں سے انکار کرنے کے کیا معنی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نہ کرو۔ (مسند ج ۸ ص ۴۰۹)

غزوات اور عام حالات

حضرت ام عطیہؓ عہد رسالت کے سات معرکوں میں شریک ہوئیں جن میں وہ مردوں کے لئے کھانا پکاتی، ان کے سامان کی حفاظت کرتی، مریضوں کو تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵)

۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو حضرت ام عطیہؓ اور چند عورتوں نے ان کو غسل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ و مسلم ج ۱ ص ۳۴۶ و ۳۴۷)

خلافت راشدہ کے زمانہ میں ان کا ایک لڑکا کسی غزوہ میں شریک تھا، بیمار ہو کر بصرہ

آیا، حضرت ام عطیہؓ مدینہ میں تھیں، خبر ملی تو نہایت عجلت سے بصرہ روانہ ہوئیں، لیکن پہنچنے کے ایک دو دن قبل وہ وفات پاچکا تھا، یہاں آکر انہوں نے بنو خلف کے قصر میں قیام کیا، تیسرے روز انہوں نے خوشبو منگا کر ملا اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لئے ۳ دن سے زیادہ سوگ نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بعد بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

(اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۰۳)

خصوصیات

انہوں نے چند حدیثیں روایت کی ہیں، صحابہ اور تابعین ان سے میت کے نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے۔ (تہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۵ اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ بھی ان سے محبت کرتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انہوں نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس روانہ کیا، آپؐ کے گھر میں تشریف لائے تو کھانے کے لئے مانگا۔ بولیں اور تو کچھ نہیں ہے البتہ جو بکری آپ نے نسیبہؓ کے پاس بھیجی تھی اس کا گوشت رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا لاؤ، کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہنچ چکی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے اعزہ واقارب سے بھی خاص تعلقات تھے، چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عطیہؓ کے مکان میں قیلولہ فرماتے تھے۔

(اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹)

بیعت میں نوحہ

احکام نبوی کی پوری پابندی کرتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت میں نوحہ کی ممانعت کی تھی، اس پر انہوں نے ہمیشہ عمل کیا، چنانچہ بیعت ہی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں خاندان کے لوگ میرے یہاں رہ چکے ہیں، اس لئے مجھ کو بھی ان کے

یہاں رہنا ضروری ہے آپؐ اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجئے، چنانچہ آپ نے مستثنیٰ کر دیا۔
(مسند ج۶ص۴۰۷)

بعض روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام عطیہؓ کو کوئی جواب نہیں دیا اور جن روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مستثنیٰ کر دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ استثناء حضرت ام عطیہؓ کے لئے خاص تھا، ورنہ اصلی مسئلہ کہ نوحہ جائز نہیں ہے اپنی جگہ پر ثابت ہے۔

❁❁❁

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بنت معوذ بن عفراء

تعارف

ان کا ربیع نام تھا جو قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے تھیں ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے ۔ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار،

والدہ کا نام ام تزید تھا، جو قیس بن زعورا کی بیٹی تھی، حضرت ربیعؓ اور ان کے تمام بھائی عفراء کی مشہور اولاد ہیں، عفراء ان لوگوں کی دادی تھیں۔ (تہذیب التہذیب ج۱۲ص۴۱۸)

نکاح

یہ ہجرت کے قبل مسلمان ہوئیں۔ اور ان کی ایاس بن بکر لیثی سے شادی ہوئی، صبح کو رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ گئے، لڑکیاں دف بجا بجا کر شہدائے بدر کے مناقب میں اشعار پڑھ رہی تھیں، اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں بھی کچھ اشعار پڑھے۔ جن میں ایک مصرع یہ تھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد

''اور ہم میں وہی ہے جو کل کی بات جانتا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو (اور اس کے علاوہ جو کہہ رہی تھیں وہ کہو) (صحیح بخاری ج۲ص۵۷۰)

اولاد :اولاد میں صرف ایک بیٹے محمد مشہور ہیں۔

خصوصیات

یہ غزوات میں شرکت کرتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتیں لوگوں کو پانی پلاتیں

اورمقتولوں کو مدینہ پہنچاتیں اور فوج کی خدمت کرتی تھیں۔(مسند ج۶ص۳۵۸)

غزوۂ حدیبیہ میں بھی موجود تھیں، جب بیعت رضوان کا وقت آیا تو انہوں نے بھی آکر بیعت کی۔ یہ ۲۵ھ میں اپنے شوہر سے علحیدہ ہوئیں، شرط یہ تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس کو لے کر مجھ سے دست بردار ہو جاؤ۔

چنانچہ اپنا تمام سامان ان کو دے دیا، صرف ایک کرُتی رہنے دی مگر شوہر کو یہ بھی گوارا نہ ہوا اور جا کر حضرت عثمانؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ چونکہ ربیع نے کُل چیزوں کی شرط کی تھی، حضرت عثمان نے فرمایا کہ تم کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے۔ اور شوہر سے فرمایا کہ تم ان کے جوڑا باندھنے کی رسی تک لے سکتے ہو۔(اصابہ ج۸ص۸۰ بحوالۂ ابن سعد)

علمی مقام

حضرت ربیعؓ سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں، علمی حیثیت سے ان کا یہ مقام تھا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت زین العابدینؓ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔(مسند ج۶ص۳۵۸)

راویوں میں بہت سے بزرگ لوگ ہیں، مثلاً عائشہؓ بنت انس بن ماک، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، نافع، عبادہ بن الولید، خالد بن ذکوان، عبداللہ بن محمد بن عقیل ابوعبیدہ بن محمد (حضرت عمارؓ بن یاسر کے پوتے) بن عبدالرحمن بن ثوبان۔

اخلاق کی بلندی

اسماء بنت مخربہ جو ابوربیعہ مخزومی کی بیوی تھی جو عطر بیچتی تھی، چند عورتوں کے ساتھ ربیعؓ کے گھر آئیں تو ان کا نام ونسب دریافت کیا گیا، چونکہ ربیعؓ کے بھائی نے ابوجہل کو بدر میں قتل کیا تھا، اور اسماء قریش کے قبیلے سے تھیں بولیں ''تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو؟'' اسماء کو ابوجہل کی شان میں یہ گستاخی پسند نہ آئی، جھنجلا کر کہا کہ مجھ کو تمہارے ہاتھ

سودا بیچنا حرام ہے حضرت ربیعؓ نے برجستہ کہا، مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے کیونکہ تمہارا عطر، عطر نہیں بلکہ گندگی ہے۔(اسدالغابہ ج۵ص۴۵۲)

رسول اللہ ﷺ سے آپ کو بے انتہا محبت تھی، آپ ان کے گھر اکثر تشریف لے جاتے تھے۔(مسند ج۶ص۳۵۸)

ایک مرتبہ آپ تشریف لائے اور ان سے وضو کے لئے پانی مانگا۔(ابوداؤد ج۱ص۱۳)

رسول اللہ ﷺ کا ایک مرتبہ کسی نے حلیہ پوچھا تو بولیں ''بس سمجھ لو کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔(اسدالغابہ ج۵ص۴۵۲)

۞۞۞

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

(رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی)

تعارف

ان کا نام فاختہ تھااورام ہانی کنیت تھی جوابوطالب، رسول اللہ ﷺ کے چچا کی بیٹی تھیں۔ ماں کا نام فاطمہ بنت اسد تھا،اس وجہ سے یہ حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ اورام ہانیؓ حقیقی بھائی بہن تھیں۔

نکاح

ان کا نکاح ہبیرہ بن عمرو(بن عائذ)مخزومی سے ہوا تھا۔اور یہ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا۔اس وقت مسلمان ہوئیں،آپؐ نے اس روز ان کے مکان میں غسل کیا تھا،اور چاشت کی نماز بھی پڑھی تھی،انہوں نے اپنے ان عزیزوں کو جومشرک تھے پناہ دی تھی رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو پناہ دی ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ کے دن بخران بھاگ گیا تھا۔(مندج٦ص٣٤٢)

اولاد

ان کی اولادیں اس طرح تھیں(١)عمرو(٢)ہانی(٣)یوف(٤)جعدہ۔

ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد بھی کافی مدت تک زندہ رہیں،تہذیب میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کےزمانۂ خلافت میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

علمی ذوق

حضرت ام ہانیؓ سے ٤٦ حدثیں مروی ہیں،جن کے راوی حسب ذیل ہیں،جعدہ

،یحییٰ،ہارون ابومرہ،ابوصالح،حضرت عبداللہ بن عباسؓ،عبداللہ بن حارث بن نوفل ابن ابی لیلی،مجاہد،عروہ،عبداللہ بن عیاش،شعبی،عطاء کریب،محمد بن عقبہ۔

یہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی کبھی مسائل دریافت کرتی تھیں،جس سے ان کے علمی معیار کی بلندی معلوم ہوتی ہے۔(مندج٦ص٣٤١)

رسول اللہ ﷺ سے عقیدت

رسول اللہ ﷺ سے ان کو بہت عقیدت تھی اس لئے جب آپ فتح مکہ کے زمانہ میں ان کے مکان پر تشریف لائے اور شربت نوش فرمایا اوراس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو بھی دیا تو انہوں نے کہا میں روزہ سے ہوں لیکن آپؐ کا جھوٹا واپس نہیں کرنا چاہتی ہوں بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے پی لیا اور پھر خود ہی عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں روزہ سے ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگر روزہ رمضان کی قضا کا ہے تو کسی دوسرے دن یہ روزہ رکھ لیجئے گا اوراگر محض نفل ہے تو اس کی قضا کرنے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اب میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور چلنے پھرنے میں ضعف معلوم ہوتا ہے،اس لئے ایسا عمل بتلادیں جس کو بیٹھے بیٹھے انجام دے سکوں،آپؐ نے ایک وظیفہ بتلایا فرمایا کہ سبحان اللہ ایک سومرتبہ الحمد للہ ایک سومرتبہ اللہ اکبر ایک سومرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک سومرتبہ کہہ لیا کریں۔

❁❁❁

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب

(حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ)

تعارف

ان کا نام فاطمہ تھا، ام جمیل کنیت تھی اور یہ حضرت عمرؓ کی ہمشیر ہیں۔ان کا نکاح حضرت سعیدؓ بن زید سے ہوا تھا۔ یہ شروع ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں اس کے کچھ دنوں کے بعد ان کے بھائی، یعنی حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے، اور یہی سبب ان کے اسلام قبول کرنے کا ہوا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس جا رہے تھے، راستہ میں ایک مخزومی صحابی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کیا تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر محمد ﷺ کا مذہب اختیار کر لیا ہے؟ بولے ہاں، لیکن پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہارے بہن اور بہنوئی نے بھی محمدؐ کا مذہب قبول کر لیا ہے، حضرت عمرؓ سیدھے بہن کے گھر پہنچے، دروازہ بند تھا، اور وہ قرآن پڑھ رہی تھیں، ان کی آہٹ پا کر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا دیئے، لیکن آواز ان کے کان میں پڑ چکی تھی.

پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں بولے میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہوگئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریباں ہوگئے ،حضرت فاطمہؓ بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی اور ہاں پکڑ کر گھسیٹا اور اس قدر مارا کہ ان کا بدن لہولہان ہوگیا، اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا، عمر! جو ہو سکے کرو، لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔

ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر ایک خاص اثر کیا، بہن کی طرف عجیب نگاہ سے دیکھا، ان کے بدن سے خون جاری تھا، یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے، مجھ کو بھی سناؤ، فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے، حضرت عمرؓ ان کو پڑھتے جاتے تھے اور ان پر رعب چھاتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک آیت پر پہنچ کر پکار اٹھے۔"اشهدان لا اله الا اللّٰه واشهدان محمدا رسول اللّٰه"۔

(اصابہ ج ۸ ص ۱۶۱ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۴)

۞۞۞

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس

(حضرت جعفر کی بیوی یعنی حضرت علی کی بھابھی)

تعارف

ان کا نام اسماء تھا یہ قبیلہ خثعم سے تھیں ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، اسماء بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک ابن بشیر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن اقیل (خثعم)۔

ان کی ماں کا نام ہند (خولة) بنت عوف تھا جو قبیلہ کنانہ سے تھیں، اس بنا پر حضرت میمونہؓ (ام المومنین) اور اسماءؓ اخیافی بہنیں تھیں۔ ان کا نکاح حضرت جعفرؓ سے ہوا جو حضرت علیؓ کے بھائی تھے (وہ ان سے دس برس بڑے تھے) پھر دوسرا نکاح حضرت ابو بکرؓ سے ہوا پھر تیسرا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں مقیم ہونے سے قبل مسلمان ہو گئی تھیں، حضرت جعفرؓ نے بھی اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۶)

اولاد

حضرت اسماءؓ نے ۳ نکاح کئے تھے جس میں حضرت جعفرؓ سے محمد، عبداللہ، عون اور حضرت ابو بکرؓ سے محمد اور حضرت علیؓ سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ (استیعاب ج ۲ ص ۷۲۵)

ہجرت

انہوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ اور کئی سال تک وہیں مقیم رہیں، ۷ھ میں جب

خیبر فتح ہوا تو مدینہ آئیں اور حضرت حفصہؓ کے گھر گئیں، تو حضرت عمر بھی آ گئے، پوچھا یہ کون ہیں جواب ملا اسماء، بولے ''ہاں وہ حبش والی وہ سمندر والی'' حضرت اسماءؓ نے کہا ''ہاں وہی'' حضرت عمرؓ نے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہے، اس لئے کہ ہم مہاجر ہیں۔

حضرت اسماءؓ کو یہ فقرہ سن کر غصہ آیا، بولیں ''کبھی نہیں! تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپؐ بھوکوں کو کھلاتے اور جاہلوں کو پڑھاتے تھے لیکن ہماری حالت بالکل الگ تھی، ہم نہایت دور دراز مقام میں صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے پڑے رہے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں'' رسول اللہ ﷺ مکان میں تشریف لائے تو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا، ارشاد ہوا انہوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں، اس لئے تم کو زیادہ فضیلت ہے حضرت اسماءؓ اور دوسرے مہاجرین کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتی تھیں، مہاجرین حبشہ جوق در جوق حضرت اسماءؓ کے پاس آتے اور اس واقعہ کو دریافت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۷ و ۶۰۸)

غزوات میں شرکت

۸ھ میں غزوۂ موتہ میں حضرت جعفرؓ نے شہادت پائی رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی (حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آبدیدہ تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ غمگین کیوں ہیں۔ کیا جعفرؓ کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ لوگ شہید ہو گئے ہیں، بچوں کو نہلا دھلا کر ہمراہ لے گئی تھی، رسول کریم ﷺ نے بچوں کو اپنے پاس بلایا اور میں چیخ اٹھی، رسول اللہ ﷺ اپنے اہل بیت کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جعفرؓ کے بچوں کے لئے کھانا پکاؤ کیونکہ وہ رنج و غم میں مصروف ہیں۔

(مسند ج ۶ ص ۳۷۰)

اس کے بعد مسجد میں جا کر غم زدہ بیٹھے، اوراس خبر کا اعلان کیا، اسی حالت میں ایک شخص نے آ کر کہا کہ جعفرؓ کی مستورات ماتم کررہی ہیں اور رورہی ہیں آپؐ نے ان کو منع کروا بھیجا، وہ گئے اور واپس آ کر کہا کہ میں نے منع کیا، لیکن وہ باز نہیں آتیں، آپؐ نے دوبارہ بھیجا وہ پھر گئے اور واپس آ کر عرض کیا کہ ہم لوگوں کی نہیں چلتی، آپؐ نے ارشاد فرمایا ''توان کے منہ میں خاک بھر دو''

یہ واقعہ حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری میں منقول ہے، صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے کہا کہ ''خدا کی قسم تم یہ نہ کروگے تو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف سے نجات نہ ملے گی۔'' (صحیح بخاری ج۲ ص۶۱۱)

تیسرے دن رسول اللہ ﷺ حضرت اسماء کے گھر تشریف لائے اور سوگ کی ممانعت کی۔

(جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کے لئے ۴ ماہ ۱۰ دن تک سوگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مسئلہ یہی ہے حضرت اسماءؓ کی اس روایت سے شبہ میں نہ پڑنا چاہئے، اس لئے کہ یہ روایت تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے اور شاذ ہے! اور اجماع اس کے مخالف امام طحاوی کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے اور امام بیہقی کے نزدیک منقطع ہے ملاحظہ ہو فتح الباری ج۹ ص۴۲۹ ان کے سوا اور بہت سے جوابات ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔)

تقریباً ۶ مہینے کے بعد شوال ۸ھ میں جو غزوۂ حنین کا زمانہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے ان کا نکاح پڑھا دیا۔ (اصابہ ج۸ ص۹)

جس کے دو برس بعد ذیقعدہ ۱۰ھ میں محمد بن ابوبکرؓ پیدا ہوئے'' اس وقت حضرت اسماءؓ حج کی غرض سے مکہ آئی تھیں چونکہ محمد ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے تھے، اسماءؓ نے دریافت کرایا کہ میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا نہا کر احرام باندھیں۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۳۸۵ و ۳۹۴)

رسول اللہ ﷺ کے لئے دوا

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں حضرت ام سلمہؓ اور اسماء نے ذات الجنب

تشخیص کر کے دوا پلانا چاہا، چونکہ گوارا نہ تھی، آپ نے انکار فرمایا، اسی ممانعت میں غشی طاری ہوگئی، انہوں نے منہ کھول کر پلادی، افاقہ کے بعد آپؐ کو احساس ہوا تو فرمایا ''یہ مشورہ اسماءؓ نے دیا ہوگا۔ وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہی حکمت لائیں ہیں، عباسؓ کے علاوہ سب کو دوا پلائی جائے'' چنانچہ تمام ازواج مطہراتؓ کو دوا پلائی گئی۔

(صحیح بخاری ج وطبقات ج۲ قسم ۲ ص۱۳۱ ومسند ج۶ ص۴۳۸)

حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسماءؓ حضرت علیؓ کے عقد نکاح میں آئیں، محمد بن ابوبکرؓ بھی ساتھ آئے اور حضرت علیؓ کے آغوش تربیت میں پرورش پائی، ایک دن عجیب لطیفہ ہوا۔ محمد بن جعفرؓ اور محمدؓ بن ابوبکر نے باہم فخراً کہا کہ ہم تم سے بہتر ہیں، اس لئے کہ ہمارے باپ تمہارے باپ سے بہتر تھے حضرت علیؓ نے حضرت اسماءؓ سے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرو، بولیں کہ تمام نوجوانوں پر جعفرؓ کو اور تمام بوڑھوں پر ابوبکرؓ کو فضیلت حاصل ہے۔ حضرت علیؓ بولے پھر ہمارے لئے کیا رہا۔''

۳۸ھ میں محمد بن ابوبکرؓ مصر میں قتل ہوئے اور گدھے کی کھال میں ان کی لاش جلائی گئی حضرت اسماءؓ کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ کیا ہوسکتا تھا؟ ان کو سخت غصہ آیا لیکن نہایت صبر سے کام لیا، اور مصلے پر کھڑی ہوگئیں۔ (ایضا)

وفات

۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے شہادت پائی اور ان کے بعد حضرت اسماءؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ (خلاصہ تہذیب ص۴۸۸)

اہم خصوصیات

حضرت اسماءؓ سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں، جن کے راویوں کے نام اس طرح ہیں، حضرت عمرؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، ابن عباسؓ قاسم بن محمد، عبداللہ بن شداد بن

الہاد، عروہ ابن مسیب، ام عون بنت محمد بن جعفر، فاطمہؓ بنت علی، ابو یزید مدنی۔

حضرت اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کرتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصیبت تکلیف میں پڑھنے کے لئے ان کو ایک دعا بتائی تھی۔ (مسند ج٦ ص٣٦٩)

حضرت اسماءؓ کو خواب کی تعبیر میں بھی مہارت تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے۔ (اصابہ ج٨ ص٩)

❁❁❁

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

(ابو بکرؓ کی بیٹی)

تعارف

ان کا نام اسماء تھا، ذات النطاقین لقب تھا یہ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھیں، ماں کا نام قتلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ یہ ہجرت سے ٢٧ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت زبیرؓ بن عوام سے ان کا نکاح ہوا اور ابن اسحاق کے قول کے مطابق ان کا ایمان لانے والوں میں اٹھارہواں نمبر تھا۔

اولاد

حسب ذیل اولاد ہوئی، عبداللہؓ منذر، عروہ، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ ام الحسن عائشہؓ۔

(طبری ج٣ ص٢٤٦١ اور الریاض النضرہ ص٢٧٩، ٢٨٠)

حلیہ

حضرت اسماءؓ سو برس کی تھیں، لیکن ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے۔ دراز قد اور لحیم شحیم تھیں، اخیر عمر میں ان کی بینائی چلی گئی تھی۔

(اصابہ ج٨ ص٨)

ہجرت کی تیاری

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابو بکرؓ رفیق سفر تھے، آپؐ دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا، حضرت اسماءؓ نے سفر کا سامان تیار کیا، دو تین دن کا کھانا تھیلا میں رکھا، نطاق جس کو عورتیں کمر میں لپیٹتی ہیں پھاڑ

کراس سے تھیلے کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا، جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔(صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۳ و ۵۵۵)

حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے وقت سب روپیہ ساتھ لے لیا تھا۔ ابوقحافہ جوان کے والد تھے، معلوم ہوا تو بولے کہ انہوں نے جانی اور مالی دونوں قسم کی تکلیف دی، حضرت اسماءؓ نے کہا وہ کثیر دولت چھوڑ گئے ہیں، یہ کہہ کر اٹھیں اور جس جگہ حضرت ابوبکرؓ کا مال رہتا تھا بہت سے پتھر رکھدیے اور ان پر کپڑا ڈال دیا، پھر ابوقحافہ کو لے گئیں اور کہا ٹٹول لیجئے، دیکھیے یہ رکھا ہے۔ ابوقحافہ نابینا ہو گئے تھے اس لئے مان گئے اور کہا کھانے کے لئے بہت ہے۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ میں نے صرف ابوقحافہ کی تسکین کے لئے ایسا کیا تھا ورنہ وہاں ایک حبہ بھی نہ تھا۔(مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر مستورات کو بلوایا تو حضرت اسماءؓ بھی آئیں۔

(اصابہ ج ۴ ص ۲۲۹، طبقات ج ۸ ق ا ص ۱۶۱ و تہذیب ج ۵ ص ۲۱۴)

قبا میں قیام کیا، یہاں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے، ان کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے عبداللہ کو گود میں لیا اور ان کے لئے دعا فرمائی عبداللہ بن زبیرؓ جوان ہوئے تو حضرت اسماءؓ ان کے پاس رہنے لگیں کیونکہ حضرت زبیرؓ نے ان کو طلاق دے دی تھی۔(صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۵)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت حاصل کی تھی۔ اس وجہ سے جب سن شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے پیکر مجسم تھے، ادھر سلطنت بنوامیہ کا فرمانروا (یزید) سرتاپا فسق و فجور تھا۔ حضرت عبداللہ نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔ مکہ میں پناہ گزیں ہوئے اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی۔

چونکہ حضرت عبداللہؓ کی عظمت وجلالت کا ہر شخص معترف تھا اس لئے تمام دنیائے

اسلام نے اس صدا پر لبیک کہی لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اپنی حکمت عمل سے بعض صوبوں پر قبضہ کر لیا، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں، شامی لشکر نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو ابن زبیرؓ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے، وہ بیمار تھیں پوچھا ''کیا حال ہے''؟ بولیں ''بیمار ہوں'' کہا ''آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔ حضرت اسماءؓ نے کہا ''شائد تم کو میرے مرنے کی تمنا ہے، لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی، میری آرزو یہ ہے کہ تم لڑ کر قتل ہو، اور میں صبر کروں، یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو'' ابن زبیرؓ مسکرا کر چل دئے اور پھر شہادت کا وقت آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت میں آئے وہ مسجد میں بیٹھی تھیں، صلح کے متعلق مشورہ کیا، بولیں ''بیٹا! قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے۔''

حضرت ابن زبیر کی شہادت

حضرت ابن زبیرؓ نے لڑ کر مردانہ وار شہادت حاصل کی۔ حجاج نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا، ۳ دن گذرنے پر حضرت اسماءؓ کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں، لاش الٹی لٹکی تھی دل تھام کر اس منظر کو دیکھا اور نہایت استقلا سے کہا ''کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۳ و استیعاب ج ا ص ۳۶۶)

حضرت اسماء کی ہمت

حجاج نے آدمی بھیجا کہ ان کو جا کر لائے، حضرت اسماءؓ نے انکار کیا، اس نے پھر آدمی بھیجا کہ ''ابھی خیریت ہے ورنہ آئندہ جو شخص بھیجا جائے گا، وہ بال پکڑ کر گھسیٹ لائے گا'' حضرت اسماءؓ صرف خدا کی شان جباری کی معترف تھیں،، جواب دیا میں نہیں جا سکتی حجاج نے مجبوراً خود جوتا پہنا اور حضرت اسماءؓ کی خدمت میں آیا اور حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

حجاج کی گفتگو

حجاج نے کہا'' کہیے میں نے دشمن خدا (ابن زبیرؓ) کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

حضرت اسماءؓ بولیں'' تو نے ان کی دنیا بگاڑ دی اور انہوں نے تیری عاقبت خراب کی! میں نے سنا ہے کہ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے، خدا کی قسم ذات النطاقین میں ہوں میں نے نطاق سے رسول کریم ﷺ اور ابوبکرؓ کا کھانا باندھا تھا اور دوسرے کو کمر میں لپیٹتی تھی لیکن یہ یاد رہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا، چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے'' حجاج نے یہ حدیث سنی تو چپ چاپ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ (صحیح مسلم ج۲ص ۳۷۵)

چند دنوں کے بعد عبدالملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھنکوا دی، حضرت اسماءؓ نے لاش اٹھوا کر گھر منگوایا اور غسل دلوا کر جنازہ کی نماز پڑھی حضرت ابن زبیرؓ کا جوڑ جوڑ الگ تھا، نہلانے کے لئے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا تھا، لیکن حضرت اسماءؓ نے یہ کیفیت دیکھ کر صبر کیا اور کہا خدا کی رحمت ان ہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔

وفات

حضرت اسماءؓ دعاء کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہؓ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ (استیعاب ج۱ص ۳۶۶)

چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسماءؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا یہ جمادی الاول ۷۳ھ کا واقعہ ہے اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی۔

علمی مرتبہ

رسول اللہ ﷺ سے حضرت اسماءؓ نے (۵۶) حدیثیں روایت کی ہیں جو صحیحین

اور سنن میں بھی موجود ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں۔

عبداللہؓ، عروہ، (پسران) عباد بن عبداللہ، عبداللہ بن عروہ (نبیرگان) فاطمہ بنت المنذر ابن زبیرؓ، عبادہ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن کیسان (غلام) ابن عباسؓ، صفیہ بنت شیبہ ابن ابی ملیکہ، وہب بن کسیان، ابوبکر و عامر (پسران ابن زبیرؓ)، مطلب بن حنطب، محمد بن منکدر، مسلم معری، ابونوفل ابن ابوعقرب۔

خصوصیات

حضرت اسماءؓ بالطبع نیکی کی طرف مائل تھیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماءؓ نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں، جن میں ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے دل کو تسلی کی کہ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑے رہنا چاہئے۔ (مسند ج۶ص ۳۴۹)

لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی، حضرت اسماءؓ کو غش آ گیا، اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۱۴۴)

ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں (یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ خدا معاف کرتا رہتا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔)

حق گوئی ان کا خاص شعار تھا اس کی متعدد مثالیں اوپر گذر چکی ہیں، حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جبار کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں، وہ خود اپنی آپ میں ایک نظیر ہے، ایک دن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت اسماءؓ اپنی کنیز کے ساتھ آئیں، اور دریافت کیا کہ'' امیر کہاں ہے'' معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں، اس نے دیکھتے ہی کہا'' تمہارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا، اس لئے خدا نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا، حضرت اسماءؓ نے برجستہ جواب دیا تو جھوٹا ہے۔ وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم، پارسا

اورشب بیدار تھا۔(مسندج۶ص۳۵۱)

حضرت اسماء کا صبر

یہ نہایت صابر تھیں، حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت ایک قیامت تھی جوان کے لئے قیامت کبریٰ بن گئی تھی۔لیکن اس میں انہوں نے جس عزم استقلال،جس صبر اور تحمل سے کام لیااس کی تاریخ میں بہت کم نظیریں مل سکتی ہیں۔

متواضع مزاج

حد درجہ خوددار تھیں، حجاج بن یوسف جیسے امیر کی نخوت بھی ان کی خودداری چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتی تھی۔اسی طرح یہ نہایت متواضع اور خاکسار تھی، محنت مشقت میں ان کو بالکل عار نہ تھا، چنانچہ جب ان کا نکاح ہوا۔تو حضرت زبیرؓ کے پاس کچھ نہ تھا۔صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔وہ گھوڑے کو دانہ دیتی۔پانی بھرتیں اور ڈول سیتی تھیں، روٹی پکانی نہیں آتی تھی، اس لئے آٹا گوندھ کر رکھتیں اور انصار کی بعض عورتیں پکادیتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی وہاں چھوہاروں کی گھٹلیاں چنتی اور تین فرلانگ سے سرپر لاد کر لاتی تھیں ایک دن اسی حالت میں آرہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا کہ سوار ہو جائیں، لیکن ان کو شرم معلوم ہوئی اس لئے اونٹ پر نہ بیٹھیں اور گھر آکر حضرت زبیرؓ سے پورا قصہ بیان کیا انہوں نے کہا ''سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہیں آتی؟'' کچھ زمانہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایک غلام دیا جو گھوڑے کی تربیت کرتا تھا۔اس وقت حضرت اسماءؓ کی مصیبت کم ہوئی، کہتی تھیں ''فکأنما اعتقنی''، یعنی گویا ابوبکرؓ نے مجھ کو آزاد کردیا۔(صحیح بخاری ج۲ص۷۵۶)

غربت کی وجہ سے جو کچھ خرچ کرتیں ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں، رسول

اللہ ﷺ نے منع کیا کہ پھر خدا بھی ناپ کردے گا۔اس وقت سے یہ عادت چھوڑ دیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی وافر ہوگئی اور پھر کبھی تنگدست نہیں ہوئیں۔

(مسندج۶ص۳۵۲)

یہ بڑی فیاض تھیں، عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔حضرت عائشہؓ نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں ایک جنگل چھوڑا تھا جو ان کے حصہ میں آیا تھا، لیکن انہوں نے اس کو ایک لاکھ درہم پر فروخت کرکے کل رقم عزیزوں پر تقسیم کردیا۔(صحیح بخاری ہبہ الواحد للجماعت)

حضرت اسماء جب بیمار پڑتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کردیتی تھیں۔

(خلاصۃ تہذیب ص۴۸۸)

حضرت زبیرؓ کا مزاج تیز تھا اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں بلا اجازت ان کے مال سے فقراء کو خیرات دے سکتی ہوں یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔(مسندج۶ص۳۵۲)

ایک مرتبہ ان کی ماں مدینہ میں آئیں اور ان سے روپیہ مانگا، حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ مشرک ہیں کیا ایسی حالت میں ان کی مدد کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہاں (اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو)۔

(صحیح بخاری ج۲ص۸۸۴)

حضرت اسماء کا حج

حضرت اسماءؓ نے کئی حج کئے، پہلا حج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔

(صحیح مسلم ج۱ص۴۷۹)

حج کے زمانے میں جو کچھ دیکھا تھا ان کو بالکل یاد تھا، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جب حج کے لئے آئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھیں۔پھر اپنے

غلام سے پوچھا'' چاند چھپ گیا،اس نے کہانہیں ۔(صحیح بخاری ج ا ص ۲۳۷)

جب چاند ڈوب گیا تو بولیں کہ اب رمی کے لئے چلو، رمی کے بعد پھر واپس آئیں اورصبح کی نماز پڑھی،اس نے کہا آپ نے بڑی عجلت کی ،فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے ۔(صحیح بخاری ج ا ص ۲۳۷)

رمی صبح صادق سے پہلے

جب کبھی حجون سے گذرتیں کہتیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہاں ٹھہرے تھے ۔اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا،ہم نے اور عائشہؓ اور زبیرؓ نے عمرہ کیا تھا اور طواف کر کے حلال ہوئے تھے ۔(ایضاً)

یہ نہایت بہادر تھیں،سعید بن عاص کے زمانۂ حکومت میں جب فتنہ پیدا ہوا ،اور بدامنی شروع ہوگئی تو انہوں نے ایک خنجر رکھا تھا،لوگوں نے پوچھا،اس کا کیا فائدہ ہے ؟بولیں اگر کوئی چور آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ چاک کروں گی ۔(طبری ج ۱۳ ص ۲۴۶۱)

رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا نام فاطمہ تھا ،سلسلہ نسب ان کا اس طرح ہے ،فاطمہ بنت قیس بن خالد اکبر بن وہب بن ثعلبہ ابن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر،اسی طرح والدہ کا نام امیہ بنت ربعیہ تھا جو بنی کنانہ سے تھیں۔ان کا نکاح ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ سے ہوا۔ یہ اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لائیں۔اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت بھی کی۔

خصوصیات

حضرت علیؓ سنہ ۱۰ھ میں ایک لشکر لے کر یمن گئے ہوئے تھے اور ابوعمرو بھی ان کے ساتھ تھے چلتے وقت عیاش بن ابی ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی کو آخری طلاق دی (یعنی دوطلاق پہلے دے چکے تھے)اس کے بعد ۵ صاع جَواور خُرمے بھیجے ،حضرت فاطمہؓ نے کھانا اور مکان کا بھی مطالبہ کیا تو عیاس نے کہا کہ جو کچھ دیا گیا ہے ،محض احسان ہے ورنہ ہمارے ذمہ یہ بھی ضروری نہیں اس جواب پر فاطمہؓ کو غصہ آیا اور اپنے کپڑے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئیں ،خالد بن ولید وغیرہ بھی وہاں پہنچے ،آپ نے دریافت کیا کہ انہوں نے تم کو کتنی مرتبہ طلاق دی ،بولیں ۳ مرتبہ ،فرمایا اب تم کو نفقہ نہیں مل سکتا ۔

(عدت کے اندر عورت کا کھانا کپڑا اسی مرد کے ذمہ ہے ۔جس نے طلاق دی ہے ،حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی اس روایت سے متعلق بہت لمبی تفصیل ہے جس کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے ۔)

تم ام شریک کے یہاں عدت کے دن پورے کرو ،لیکن چونکہ ام شریکؓ کے اعزہ واقارب ان کے مکان میں آتے جاتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ابن ام مکتوم

نابینا اور تمہارے ابن عم ہیں اس لئے بہتر ہے کہ تم ان کے یہاں رہو" عدت کا زمانہ پورا ہوا تو ہر طرف سے پیغام آئے، حضرت امیر معاویہؓ، ابوجہم اور اسامہ بن زیدؓ نے بھی پیغام دیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دو شخصوں کا پیغام اس لئے مسترد کر دیا کہ اول مفلس اور دوسرے تند مزاج تھے پھر فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم اسامہؓ سے نکاح کرلو، چونکہ فاطمہؓ کو خیال تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمائیں گے، اس لئے انکار کیا، ارشاد ہوا۔"اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اس میں تمہارے لئے بھلائی ہے" یہ سن کر فاطمہؓ مجبور ہوئیں،، اور حضرت اسامہؓ سے نکاح کرلیا کہتی ہیں کہ پھر میں قابل رشک بن گئی۔

(صحیح مسلم ص ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵ و مسند ج ۶ ص ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳)

۲۳ھ میں حضرت اسامہؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت فاطمہؓ کو سخت صدمہ ہوا، پھر دوسری شادی نہیں کی اور اپنے بھائی ضحاک کے ساتھ رہیں، جب یزید نے اپنے عہد حکومت میں ان کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ تو فاطمہؓ بھی ان کے ساتھ کوفہ چلی آئیں اور یہیں سکونت اختیار کی اور حضرت ابن زبیرؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۶) (اصابہ ج ۸ ص ۱۶۴)

علمی مرتبہ

اسد الغابہ میں ہے کہ یہ نہایت عقیل اور صاحب کمال تھیں۔ یہ حضرت سعید بن زیدؓ کی صاحبزادی تھیں جو عبداللہ بن عمرو (بن عثمان) کو منسوب تھیں انہوں نے ان کو تین طلاقیں دیں، فاطمہؓ ان کی خالہ ہوتی تھیں ان کو پیغام بھیجا کہ میرے گھر چلی آؤ، مروان نے قبیصہ کو بھیجا کہ فاطمہؓ سبب دریافت کرو، قبیصہ نے آکر کہا کہ آپ ایک عورت کو ایام عدت گذرنے سے قبل کیوں گھر سے نکالتی ہیں، بولیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو یہی حکم دیا تھا، اس کے بعد اپنا واقعہ بیان کیا اور اس کی قرآن مجید سے تائید کی، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ

"جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت کے وقت تک طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور خدا سے ڈرو اور ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کھلی ہوئی بے حیائی کی مرتکب ہوں"۔ (طلاق۔۱)

یہ مراجعہ کی صورت تھی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

"پس جب میعاد کو پہنچ جائیں تو ان کو اچھی طرح روکے رکھو یا اچھی طرح جدا کر دو" (طلاق۔۲)

اس بنا پر تین مرتبہ کے بعد پھر کسی صورت کا احتمال نہیں ہے، اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ تمہارے نزدیک عورت جب تک حاملہ نہ ہو اس کا نفقہ نہ دینا چاہئے۔ اس لئے اس کو روکے رکھنا بالکل بے کار ہے، (جب مروان کو حضرت فاطمہؓ کی اس گفتگو کی اطلاع ہوئی تو کہا یہ ایک عورت کی بات ہے اور ان مطلقہ خاتون کو حکم دیا کہ اپنے گھر واپس آئیں، چنانچہ وہ واپس آئیں اور وہیں عدت گذاری۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۴ و مسند ج ۶ ص ۴۱۵ و ۴۱۶)

ان کے عادات واخلاق نہایت شریفانہ تھے، شعبی جوان کے شاگرد تھے، جب ملنے ان سے آئے تو انہوں نے ان کو چھوہارے کھلائے اور ستو بھی پلایا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی معاویہ

تعارف

ان کا نام زینبؓ اور رائطہ لقب تھا یہ قبیلہ ثقیف سے تھیں، سلسلۂ نسب ان کا اس طرح ہے زینب بنت عبداللہ ابی معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن غاضرہ بن حطیط بن جشم ابن ثقیف۔

ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہوا۔ چونکہ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور زینبؓ دستکار تھیں، اس لئے اپنے شوہر اور اولاد کی خدمت خود کرتی تھیں، ایک دن کہنے لگیں کہ تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھ کو صدقہ وخیرات سے روک رکھا ہے جو کچھ کماتی ہوں تم کو کھلا دیتی ہوں بھلا اس میں میرا کیا فائدہ؟

حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا، تم اپنے فائدہ کی صورت نکال لو، مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں، حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچیں اور عرض کیا میں دستکار ہوں اور جو کچھ اس سے پیدا کرتی ہوں اسے اپنے شوہر اور بال بچوں پر صرف ہوجاتا ہے۔ کیونکہ میرے شوہر کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں محتاجوں کو صدقہ نہیں دے سکتی، اس حالت میں کیا مجھ کو کچھ ثواب ملتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں تم کو ان کی خبر گیری کرنا چاہئے۔ (صحیح مسلم)

اولاد

ابوعبیدہ جو اپنے زمانہ کے مشہور محدث گذرے ہیں حضرت زینبؓ کے ہی بیٹے تھے۔

خصوصیات

رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے چند حدیثیں روایت ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں، ابوعبیدہ، عمرو بن حارث بن ابی ضرار، بسر بن سعید عبدی بن سباق، کلثوم، محمد بن عمرو بن حارث۔

بارگاہ نبوت میں ان کو مخصوص درجہ حاصل تھا، اکثر آپ کے مکان میں آتی جاتی تھیں، ایک دن وہ آپ کے سر کی جویں دیکھ رہی تھی، مہاجرین کی اور عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں، ایک مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے اپنا کام چھوڑ کر بولنا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو، اس لئے آنکھ سے کام بھی کرو اور گفتگو بھی۔

(مسند ج۶ ص ۳۶۳)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید

تعارف

ان کا نام اسماء تھا اور کنیت ام تھی سلسلہء نسب اس طرح ہے، اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

رسول کریم ﷺ سے تعلق

یہ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں اور چند عورتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے آئیں، آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف فرماتے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ ''مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لائی ہوں، خدا نے آپ ﷺ کو مرد وعورت سب کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی ہے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے اور جماعت میں شریک نہیں ہوسکتے اور مرد جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے ہیں، مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کو جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کرتے ہیں لیکن ان تمام صورتوں میں ہم گھر میں بیٹھ کر ان کی اولاد کو پالتے ہیں گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، کپڑوں کے لئے چرخہ کاتتے ہیں تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی ثواب ملے گا، رسول کریم ﷺ نے سنا تو صحابہ سے فرمایا کہ تم نے کسی عورت سے ایسی گفتگو بھی سنی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے اسماءؓ کو جواب دیا کہ عورت کے لئے شوہر کی رضا جوئی نہایت ضروری چیز ہے، اگر وہ فرائض زوجیت ادا کرتی ہے اور شوہر کی مرضی پر چلتی ہے تو مرد کو جس قدر ثواب ملتا ہے، عورت کو بھی

اسی قدر ملتا ہے۔ (اسد الغابہ ج۵ ص۲۹۸ واستیعاب ج۲ ص۷۲۶)

جامع ترمذی، ابن سعد اور مسند احمد بن حنبل میں اس بیعت کا کسی قدر تذکرہ آیا ہے مسند میں ہے کہ اس بیعت میں اسماءؓ کی خالہ بھی شریک تھیں، جو سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنے تھیں، آپ نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟

بولیں نہیں فرمایا تو کیا تم کو یہ پسند ہے کہ خدا آگ کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنائے، حضرت اسماءؓ نے کہا خالہ ان کو اتار دو، چنانچہ فوراً تمام چیزیں اتار کر پھینک دیں۔

حضرت اسماءؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم زیور نہ پہنیں گے تو شوہر بے وقعت سمجھے گا۔ ارشاد ہوا ''تو پھر چاندی کے زیور بنواؤ اور ان پر زعفران مل لو کہ سونے کی چمک پیدا ہوجائے'' غرض ان باتوں کے بعد جب بیعت کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے زبانی چند اقرار کرائے، حضرت اسماءؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اپنا ہاتھ بڑھایئے، فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ کنگن کا واقعہ خود حضرت اسماءؓ کا تھا۔

(ان واقعات کے لئے دیکھیں مسند احمد بن حنبل ج۶ ص ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۶۰، ۴۶۱)

حضرت عائشہ کی رخصتی

۱ھ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی اور میکہ سے کاشانہ نبوت میں آئیں، تو جن عورتوں نے ان کو سنوارا، ان میں حضرت اسماءؓ بھی داخل تھیں حضرت عائشہؓ کو گھر کے اندر بٹھا کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کی، آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے، کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا پی کر حضرت عائشہؓ کو دے دیا، ان کو شرم معلوم ہوئی، اور سر جھکا لیا،

حضرت اسماءؓ نے ڈانٹا کہ رسول اللہ ﷺ جو دیئے ہیں لے لو، حضرت عائشہؓ نے دودھ لے کر اسی وقت پی لیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کو واپس کر دیا،، رسول اللہ ﷺ نے

حضرت اسماءؓ کو دیا، انہوں نے پیالہ کو گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا کہ جس طرف سے رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا تھا، وہاں بھی منہ لگ جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اور عورتوں کو بھی دو، لیکن سب نے جواب دیا کہ ہم کو اس وقت خواہش نہیں ہے ارشاد ہوا'' بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی۔ (مسند ج۶ ص ۴۵۸)

۱۵ھ میں یرموک کا واقعہ پیش آیا، اس میں حضرت اسماءؓ نے اپنے خیمہ کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کیا تھا۔ (اصابہ ج۸ ص ۱۳)

خصوصیات

حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جن کے اصحاب ذیل ہیں، محمود بن عمرو انصاری، مہاجر بن ابی مسلم، شہر بن حوشب مجاہد، اسحاق بن راشد، لیکن ان میں سب سے زیادہ شہر بن حوشب نے روایتیں کی ہیں۔

استیعاب میں ہے کہ حضرت اسماءؓ عقل اور دین دونوں سے متصف تھیں۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں، ایک مرتبہ ناقہ غضباء کی مہار پکڑے ہوئے تھیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ (مسند ج۶ ص ۴۵۹)

حضرت اسماءؓ اکثر اوقات کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوتیں، ایک مرتبہ بیٹھی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا، گھر میں کہرام مچ گیا، رسول اللہ ﷺ دوبارہ واپس آئے تو وہی حالت قائم تھی، فرمایا کیوں روتی ہو؟ حضرت اسماءؓ نے کہا ہماری حالت یہ ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھی ہے اور ہم کو سخت بھوک ہوتی تو وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بھوک سے بیتاب ہوجاتے ہیں پھر دجال کے زمانہ میں جو قحط پڑے گا۔ اس پر کیونکر صبر کر سکیں گے (یعنی فوراً اس کے دام میں پھنس جائیں گے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائے گی۔ پھر کہا رونے کی ضرورت نہیں، اگر میں اس وقت تک

زندہ رہا تو میں خود سینہ سپر ہوں گا، ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا۔

(مسند ج۶ ص ۴۵۳، ۴۵۴)

حضرت اسماءؓ مہمان نواز بھی بہت تھیں (ایک بار حضرت) شہر بن حوشب آئے تو (انہوں نے) ان کے سامنے کھانا رکھا، (حضرت شہر بن حوشب نے) انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ بیان کیا جس سے یہ اشارہ مقصود تھا کہ انکار مناسب نہیں ہے، انہوں نے کہا اب میں دوبارہ ایسی غلطی نہ کروں گا۔ (ایضاً ص ۴۵۸)

❁❁❁

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا نام ام الدرداء تھا اتفاق سے ام الدردار نام کی دو عورتیں تھیں، اور دونوں ہی حضرت ابودرداءؓ کے عقد نکاح میں آئیں، لیکن جو بڑی تھیں وہ صحابیہ ہیں، ام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ان کا نام خیرہ تھا جو ابودرداسلمی کی صاحبزادی تھیں۔ اور ان کی وفات حضرت ابودرداءؓ سے دو سال قبل شام میں ہوئی جو خلافت عثمانی کا زمانہ تھا۔

علمی مرتبہ

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ یہ بڑی عاقلہ، فاضلہ اور صاحب الرائے تھیں، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابودرداءؓ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں ان کے شاگرد میمون بن مہران ہیں، جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے۔ یہ نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔

رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا

تعارف

یہ قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں ان کے والد کا نام حارث بن ہشام بن المغیرہ اور ماں کا نام فاطمہ بنت الولید تھا، فاطمہ حضرت خالد بن الولید کی ہمشیرہ تھیں۔

عام حالاتِ زندگی

ان کی شادی عکرمہ بن ابوجہل سے (جو ان کے ابن عم تھے) ہوئی۔ غزوہ احد میں کفار کے ساتھ شریک تھیں۔ لیکن جب ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ تو پھر اسلام سے چارہ نہ تھا، ان کا خسر (ابوجہل) مکہ میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور کفر کا سرغنہ رہ چکا تھا، شوہر (عکرمہ) کی رگوں میں بھی اسی کا خون دوڑتا تھا ماموں (خالد) بھی مدت سے اسلام سے برسرپیکار رہ چکے تھے لیکن ام حکیمؓ نے اپنی فطری سلامت روی کی وجہ سے فتح مکہ میں اسلام قبول کرنے میں بہت عجلت کی۔ ان کے شوہر جان بچا کر یمن بھاگ گئے تھے۔

ام حکیمؓ نے ان کے لئے امن کی درخواست کی تو رحمت عالم ﷺ کا دامن عفو نہایت کشادہ تھا، غرض یمن جا کر ان کو واپس لائیں اور عکرمہ نے صدق دل سے اسلام قبول کرلیا، حضرت عکرمہؓ نے مسلمان ہوکر اپنے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کیا اور نہایت جوش سے غزوات میں شرکت کی اور بڑی ہمت اور جانبازی سے لڑے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں رومیوں سے جنگ چھڑی، حضرت عکرمہؓ ام حکیمؓ کو لے کر شام گئے اور معرکہ میں داد شجاعت دیکر شہادت حاصل کی۔

حضرت ام حکیمؓ نے عدت کے بعد خالد بنؓ سعید بن العاص سے نکاح کیا جن

کا ۴۰۰ دینار مہر ہوا اور رسم عروسی ادا کرنے کی تیاریاں ہوئیں، چونکہ نکاح مرالصفر مقام میں ہوا تھا۔ جو دمشق کے قریب ہے اور ہر وقت رومیوں کے حملہ کا اندیشہ تھا حضرت ام حکیمؓ نے خالدؓ سے کہا کہ "ابھی توقف کرو۔" لیکن خالدؓ نے کہا کہ مجھے اسی معرکہ میں اپنی شہادت کا یقین ہے، غرض رسم عروسی ادا ہوئی دعوت ولیمہ سے لوگ فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رومی آ پہنچے اور لڑائی شروع ہوگئی، خالد میدان جنگ میں گئے اور شہادت حاصل کی۔ حضرت ام حکیمؓ اگرچہ عروس تھیں، تاہم اٹھیں، کپڑوں کو باندھا اور عرخیمہ کی چوب اکھاڑ کر کفار پر حملہ کیا، لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اس چوب سے کئی کفار کو قتل بھی کر دیا تھا۔

(اصابہ ج ۸ ص ۲۲۵)

۞۞۞

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا (شاعرہ)

تعارف

ان کا نام تماضر اور لقب خنساء تھا یہ قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے تھیں، سلسلہء نسب اس طرح ہے خنساء بنت عمرو بن الشرید بن رانح بن یقظہ بن عصیتہ بن خفاف بن امراء القیس بن بہثہ ابن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر اور یہ نجد کی رہنے والی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیٰ سے ہوا تھا اس کے انتقال کے بعد یہ مرواس بن ابو عامر کے عقد نکاح میں آئیں۔

(طبقات الشعراء لابن قینبہ ص ۱۹۷ (اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۴۱)

عام حالات زندگی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب حضرت خنساءؓ کو خبر ملی تو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ آئیں اور مشرف باسلام ہوئیں نہایت عابدہ او زاہدہ تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک ان کے اشعار سنا کرتے اور تعجب کرتے۔ (یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔)

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب قادسیہ (عراق) میں جنگ ہوئی تو حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے نصیحت کی، پیارے بیٹو! تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا، باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا، خدا کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے۔

اقسام سخن میں سے مرثیہ میں حضرت خنساءؓ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں۔ناقد پن کا فیصلہ ہے کہ حضرت خنساءؓ کے برابر کوئی عورت شاعرہ نہیں پیدا ہوئی۔(طبقات اشعراء ص ۲۷۱)

بازار عکاظ میں جو شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا حضرت خنساءؓ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمے کے دروازہ پر ایک علم نصب ہوتا تھا، جس پر یہ الفاظ لکھے تھے ارثی العرب یعنی عرب میں سب سے بڑی مرثیہ گو، نالبغہ جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شاعرہ تھا۔اس کو حضرت خنساءؓ نے اپنا کلام سنایا تو بولا کہ اگر میں ابو بصیر (اعشیٰ) کا کلام نہ سن لیتا تو تجھ کو تمام عالم میں سب سے بڑا شاعر تسلیم کرتا۔(طبقات الشعراء ص ۱۹۸)

حضرت خنساءؓ ابتداءً ایک دو شعر کہتی تھیں۔لیکن صخر کے مرنے سے ان کو جو صدمہ پہنچا اس نے ان کی طبیعت میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔چنانچہ کثرت سے مرثیے لکھے ہیں، یہ شعر خاص طور پر مشہور ہے۔

وان صخراً لتأتم الھدراۃ بہ کأنہ علم فی راسہ نار

صخر کی بڑے بڑے لوگ اقتدا کرتے ہیں گویا وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔

حضرت خنساءؓ کا دیوان

حضرت خنساءؓ کا دیوان بہت ضخیم ہے ۱۸۸۸ء میں بیروت میں مع شرح کے چھاپا گیا ہے اس میں حضرت خنساءؓ کے ساتھ ۶۰ عورتوں کے اور بھی مرثیے ہیں۔۱۸۸۶ء میں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا اور دوبارہ طبع کیا گیا۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان

تعارف

ام حرام ان کی کنیت تھی یہ قبیلۂ خزرج کے خاندان بنونجار سے تھیں سلسلۂ نسب یہ ہے، ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن عمرو بن عدی ابن نجار، والدہ کا نام ملیکہ تھا، جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی دختر تھیں، اس بناء پر ام حرام حضرت ام سلیمؓ کی بہن اور حضرت انسؓ کی خالہ ہوتی ہیں یہ نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔رسول اللہ ﷺ سے بھی ان کا یہی رشتہ تھا۔

عام حالات زندگی

ان کا نکاح عمرو بن قیس انصاریؓ سے ہوا۔(تہذیب ج ۱۲ ص ۴۶۲) جب انہوں نے احد میں شہادت پائی تو حضرت عبادۃؓ بن صامت کے عقد نکاح میں آئیں۔جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے۔

اولاد

حضرت ام حرامؓ سے ۳ لڑکے پیدا ہوئے، پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ اور حضرت عبادہؓ سے محمد۔

رسول کریم ﷺ کا تعلق

رسول اللہ ﷺ جب کبھی قبا کی طرف تشریف لے جاتے تو حضرت ام حرامؓ کے گھر آتے اور کھانا نوش فرماتے تھے۔حجۃ الوداع کے بعد ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا۔(زرقانی ص ۶۶ واصابہ ج ۸ ص ۲۲۲ و ۲۲۳)

آپ کو نیند آ گئی ،لیکن تھوڑی دیر بعد مسکراتے ہوئے اٹھے اور فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ ''میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں غزوہ کے ارادہ سے سوار ہیں۔'' حضرت ام حرامؓ نے کہا ''یارسول اللہ (ﷺ) دعا کیجئے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔'' آپ نے دعا کی اور پھر آرام فرمایا۔

کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ کیا،حضرت ام حرامؓ نے پھر اپنی شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی ،فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو،اس طرح اس خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی۔

حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے شام کے حاکم تھے ،انہوں نے متعدد بار جزائر پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی ،لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی ،حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی، انہوں نے جزیرہ قبرس (سائپرس) پر حملہ کرنے کے لئے ایک بیڑا تیار کیا اس حملہ میں بہت سے صحابہ شریک تھے ،حضرت ابوذرؓ حضرت بودرداءؓ ،حضرت عبادہؓ بن صامت ،حضرت ام حرامؓ بھی ان ہی میں داخل تھیں۔(اسدالغابہ ج۵ ص۵۷۵)

بیڑا حمص کے ساحل سے روانہ ہوا۔اور قبرس فتح ہوگیا۔واپسی میں حضرت ام حرامؓ سواری پر چڑھ رہی تھیں کہ نیچے گریں اور جان بحق ہوگئی ،لوگوں نے وہیں ان کو دفن کر دیا۔(صحیح بخاری ج۲ ص۹و۹۲)

علمی مرتبہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے چند حدیثیں روایت کین ،راویوں میں حضرت عبادہؓ حضرت انسؓ ،عمرو بن اسود،عطاء بن یسار اور یعلی بن شداد بن اوس ہیں۔

❁❁❁

حضرت ہند رضی اللہ عنہا بنت عقبہ

تعارف

ان کا نام ہند تھا یہ قبیلہ قریش سے تھیں سلسلۂ نسب اس طرح ہے، ہند بنت عقبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ابن عبد مناف ، ہند کا باپ قریش سب سے معزز رئیس تھا۔ان کا نکاح فاکہ بن مغیہر مخزومی سے ہوا۔لیکن پھر کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا،تو ابوسفیان ابن حرب کے عقد میں آئیں جو قبیلۂ امیہ کے مشہور سردار تھے۔

اولاد

اولاد میں حضرت امیر معاویہؓ زیادہ مشہور ہیں۔

وفات

حضرت ہندؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انتقال کیا۔اسی دن حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ نے بھی وفات پائی تھی ابن سعد کی روایت ہے کہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نہیں بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی۔کتاب الامثال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔چنانچہ اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوسفیانؓ نے وفات پائی (ابوسفیانؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی ہے) تو کسی نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ مجھ سے ہندؓ کا نکاح کر دو۔انہوں نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اب ان کو نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔(اصابہ ج۸ ص۲۰۶)

خصوصیات

عتبہ،ابوسفیان اور ہند تینوں کو اسلام سے سخت عداوت تھی اور وہ اسلام کی غیر معمولی

ترقی کو نہایت رشک سے دیکھتے تھے۔اور حتی الامکان اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے۔ابوجہل ان سب کا سردار تھا،لیکن جب بدر کے معرکہ میں جو اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا۔قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ابوجہل اور عقبہ وغیرہ بھی قتل ہو گئے تو ابوسفیان بن حرب نے جو عقبہ کے داماد تھے اس کی جگہ لی اور ابوجہل کی طرح مکہ میں ان کی سیادت مسلم ہوگئی چنانچہ بدر کے بعد سے جس قدر معرکے پیش آئے،ابوسفیان سب میں پیش پیش تھے،غزوہ احدان ہی کے جوش انتقام کا نتیجہ تھا۔

اس موقعہ پر ان کے ساتھ ان کی بیوی ہند بھی آئی تھیں،جنہوں نے اپنے باپ کے انتقام میں سنگ دلی اور خونخواری کا ایسا خوفناک منظر پیش کیا جس کے تخیل سے بھی جسم لرز اٹھتا ہے۔حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔انہوں نے عقبہ کو قتل کیا تھا،ہند ان کی فکر میں تھیں،چنانچہ انہوں نے وحشی کو جو جبیر مطعم کے غلام اور حربہ اندازی میں کمال رکھتے تھے،حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا تھا(یہ حضرت وحشیؓ کے قبل از اسلام کا واقعہ ہے)اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگذاری کے صلہ میں وہ آزاد کر دیئے جائیں گے چنانچہ حضرت حمزہؓ کے جب برابر آئے تو وحشی نے حربہ پھینک کر مارا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا،حضرت حمزہؓ نے ان پر حملہ کرنا چاہا،لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔

خاتونان قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا تھا۔ان کے ناک کان کاٹ لئے۔ہند نے ناک کان کا ہار بنایا،اور اپنے گلے میں ڈالا حضرت حمزہؓ کی لاش پر گئیں اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئیں،لیکن گلے سے اتر نہ سکا،اس لئے اگل دینا پڑا(حضرت ابوسفیانؓ اور ہند کے یہ سب واقعات اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں)رسول اللہ ﷺ کو اس فعل سے جس قدر صدمہ ہوا تھا،اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟لیکن ایک اور چیز تھی جو ایسے نازک موقعوں پر بھی جبین رحمت کو شکن آلود نہیں ہونے دیتی تھی۔

رسول کریم ﷺ کے رشتے کی اہم صحابیاتؓ

قبول اسلام

جب مکہ فتح ہوا اور رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بیعت لینے کے لئے بیٹھے ،تو مستورات میں ہند بھی آئیں،شریف عورتیں عموماً نقاب پہنتی تھیں،ہندؓ بھی نقاب پہن کر آئیں،جس سے اس وقت یہ غرض بھی تھی کہ کوئی ان کو پہچاننے نہ پائے،بیعت کے وقت انہوں نے نہایت دلیری سے باتیں کیں جو حسب ذیل ہیں۔

ہند!یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں۔

رسول اللہ(ﷺ)خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہند:یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا،لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے۔

رسول اللہ(ﷺ)چوری نہ کرنا۔

ہند:میں اپنے شوہر کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

رسول اللہ(ﷺ)اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند:ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا۔بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا،اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔

اس دیدہ دلیری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ہند سے درگذر فرمایا ہند کے قلب پر اس سے بہت اثر ہوا اور ان کے دل نے اندر سے گواہی دی کہ آپ سچے پیغمبر ہیں،انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ!اس سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض خیمہ نہ تھا،لیکن اب آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی محبوب خیمہ میرے نزدیک نہیں ہے۔(صحیح بخاری)

حضرت ہندؓ مسلمان ہو کر گھر گئیں تو اب وہ ہند نہ تھیں،ابن سعد نے لکھا ہے

انہوں نے گھر جا کر بت توڑ ڈالا اور کہا کہ ہم تیری طرف سے دھوکے میں تھے۔

(اصابہ ج۸ ص۲۰۶)

غزوات

فتح مکہ کے بعد اگر چہ اسلام کو علانیہ غلبہ حاصل ہو گیا تھا، اور اس لئے عورتوں کو غزوات میں شریک ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، تاہم جب حضرت عمرؓ کے عہد میں روم وفارس کی مہم پیش آئی تو بعض مقامات میں اس شدت کا دور آیا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی تیغ وخنجر سے کام لینا پڑا۔ چنانچہ شام کی لڑائیوں میں جنگ یرموک ایک یادگار جنگ تھی، اس میں حضرت ہند اور ان کے شوہر حضرت ابوسفیانؓ دونوں نے شرکت کی اور فوج میں رومیوں کے مقابلہ کا جوش پیدا کیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ

تعارف

ان کی کنیت ام کلثوم تھی اور سلسلۂ نسب یہ ہے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ابن معیط ابن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف،

والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا اس بنا پر حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ اخیافی بھائی بہن ہیں، ام کلثومؓ کا باپ عقبہ بن ابی معیط قبیلہ امیہ کا ایک ممتاز شخص تھا، اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی، لیکن خدا کی قدرت! اس نے ایسی ظلمت کدہ میں ایمان کا چراغ روشن کیا، یعنی اس کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

نکاح

حضرت ام کلثومؓ اب تک کنواری تھیں، اور حضرت زید بنؓ حارثہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کا نکاح کیا گیا، لیکن جب حضرت زیدؓ نے غزوہ موتہ میں شہادت پائی تو حضرت زبیرؓ بن العوام کے عقد نکاح میں آئیں، لیکن انہوں نے طلاق دے دی اور حضرت عبدالرحمن بنؓ عوف سے نکاح ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص سے نکاح ہوا۔

اولاد

حضرت ام کلثومؓ کے حضرت زیدؓ اور حضرت عمروؓ بن عاص سے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی، لیکن حضرت زبیرؓ سے زینب اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے ابراہیم، حمید، محمد اور اسماعیل پیدا ہوئے۔

ہجرت

۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثومؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی خزاعہ کے ایک شخص کے ہمراہ مکہ سے پیدل روانہ ہوئیں، چونکہ چھپ کر نکلی تھیں، اس لئے ان کے بھائی پیچھے سے آئے، مدینہ پہنچیں تو دوسرے دن وہ بھی پہنچ گئے، حضرت ام کلثومؓ نے فریاد کی کہ مجھ کو اپنے ایمان کا خوف ہے، میں عورت ہوں اور عورتیں کمزور ہوتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح نامہ میں یہ شرط کی تھی کہ قریش کا کوئی آدمی مدینہ آئے گا تو واپس کردیا جائے گا ۔اس لئے آپؐ کو فکر ہوئی، لیکن چونکہ اس میں عورتیں داخل نہ تھیں اس لئے ان کے متعلق خاص آیت اتری۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ

تعارف

ان کا نام زینب تھا یہ قبیلہ مخزوم سے تھیں اور ان کا سلسلہء نسب اس طرح ہے زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخزوم، یہ حبشہ میں حضرت ام سلمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں اور ان ہی کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی، (انہیں حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے دودھ پلایا)۔(اصابہ ج۸ ص۱۹۶ ابن سعد)

ان کا پہلے برہ نام تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب نام رکھا۔
(صحیح مسلم ج۳ ص۲۳۱ باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن)

عام حالات زندگی

ابوسلمہؓ نے ۴ھ میں وفات پائی، تو حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں، اس وقت زینبؓ شیرخوار تھیں، والدہ ماجدہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغوش تربیت میں آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے محبت تھی پیروں سے چلنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرماتے تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی یہ برکت تھی کہ بڑھاپے تک ان کے چہرے پر شباب کا آب ورنگ باقی رہا۔

ان کی حضرت عبداللہ بن زمعہ بن اسود اسدی سے شادی ہوئی، دولڑکے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام ابوعبدہ تھا اور ۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی میں دونوں کام آئے اور حضرت زینبؓ کے سامنے ان کی لاشیں لاکر رکھی گئیں، انہوں نے اناللہ پڑھا اور کہا کہ مجھ پر

بہت بڑی مصیبت پڑی ایک تو میدان میں لڑ کر قتل ہوا، لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا لوگوں نے اس کو گھر میں گھس کر مارا۔''

حضرت زینبؓ فضل وکمال میں شہرہ آفاق تھیں اور اس وصف میں کوئی عورت ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھیں، اسد الغابہ میں ہے، وہ اپنے عصر کی فقیہ بیوی تھیں۔

وفات

بیٹوں کے قتل ہونے کے بعد دس برس زندہ رہیں پھر ۷۳ھ میں انتقال فرمایا یہ طارق کی حکومت کا زمانہ تھا، جس میں حضرت ابن عمر جنازہ میں تشریف لائے۔

(تہذیب ج ۲ ص ۴۲۱)

❁❁❁

حضرت ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا نام امیمہ تھا ان کے باپ کا نام صبیح یا صفیح بن الحارث تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ جوان کے صاحبزادے تھے وہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن یہ مشرک تھیں۔ ایک دن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابو ہریرہؓ کو سخت ناگوار ہوا۔ روتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا ''حضور! اب میری ماں کے مسلمان ہونے کے لئے دعا فرمایئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، ادھر ان کی حالت میں دفعتہً انقلاب پیدا ہو گیا۔ غسل کر کے کپڑے بدلے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے کلمہ پڑھا، حضرت ابو ہریرہؓ فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دی، رسول اللہ ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷ (باب فضائل ابی ہریرہؓ)

اولاد

ان کی اولاد میں حضرت ابو ہریرہؓ زیادہ مشہور ہیں۔ اور حالات زندگی کی تفصیل نہیں مل سکی۔

❁❁❁

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم

تعارف

ان کا نام خولہ تھا ام شریک کنیت تھی یہ قبیلۂ سلیم سے تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ ہوتی ہیں۔(مسندج۶ص۴۰۹)

ان کا نسب نامہ اس طرح ہے: خولہ بنت حکیم بن حارثہ بن الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم۔

ان کا نکاح حضرت عثمانؓ بن مظعون سے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے ہوا۔مسلمان ہوکر مدینہ کو ہجرت کی ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمانؓ بن مظعون نے وفات پائی تو حضرت خولہؓ نے دوسرا نکاح کیا اکثر پریشان رہتی تھیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔(بخاری ج۲ص۱۷۶باب ہل للمرءۃ یہب نفسہا الاعدو تہذیب ج۲ص۲۱۵)

علمی مرتبہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پندرہ حدیثیں روایت کیں،راوی حدیث میں حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص،سعید بن مسیب،بشر بن سعید،عروہ اور ربیع بن مالک داخل ہیں۔

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش

تعارف

ان کا نام حمنہ تھا یہ حضرت زینبؓ کی ہشیر تھیں،سلسلۂ نسب اوپر گذر چکا ہے۔ان کا نکاح حضرت مصعبؓ بن عمیر سے ہوا تھا اور یہ حضرت مصعب بن عمیر کے ساتھ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں۔

انہوں نے مدینہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا اور جب رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی عورتوں سے بیعت لی تو اس میں یہ بھی شامل ہوئیں،مسند ابن حنبل اور ابن سعد وغیرہ میں اکثر عورتوں کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ کانت من المبایعات ،اس سے یہی بیعت مراد ہے۔

حضرت تمیمہ رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا نام تمیمہ تھا والد کا نام وہب اور ان کا بنو قریظہ سے نسبی تعلق تھا۔

(آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے اس کے علاوہ آپ کے حسب ذیل نام ہیں، سہمیہ، رمیصا، اسمیہ، عمیضا، مگر زیادہ تر روایتوں میں عائشہ یا تمیمہ آیا ہے، اسد الغابہ ص ۱۸۱ ج ۲)

نکاح اور طلاق

ان کی شادی حضرت رفاعہؓ (جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے) سے ہوئی تھی مگر بناہ نہ ہوسکا۔ اسی لیے حضرت رفاعہؓ نے طلاق دیے دیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زبیر سے شادی ہوئی، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر عبدالرحمٰنؓ بن زبیر سے بھی علحید گی اختیار کرنا چاہی مگر حلالہ کے لیے مباشرت ضروری تھی اور وہ غالباً ممکن نہ تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، اور عرض کیا کہ علحدگی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے مگر اجازت نہیں ملی، اور رسول اللہ ﷺ کے عہد سعادت تک حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زبیر کے ساتھ رہیں، حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت ہی میں انہوں نے پھر حضرت ابوبکرؓ سے علحدگی کی اجازت چاہی، لیکن آپ نے بھی اجازت نہیں دی۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ان سے بھی اجازت چاہی حضرت عمرؓ نے بڑی سختی سے فرمایا کہ اگر اب آؤ گی تو رجم کردوں گا۔ (اسد الغابہ ایضاً)

"فان طلقها فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیره"

"پھر اگر مرد طلاق دے دے عورت کو تو پھر اس کے لیے حلال
نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند

کے ساتھ نکاح کرے"۔ (بقرہ۔۲۹)

اس آیت کے اسباب نزول میں ایک سبب حضرت تمیمہؓ کا یہ واقعہ نکاح بھی تھا۔ ان کے وفات کی تصریح نہیں ملتی لیکن اوپر کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عہد فاروقی تک یہ زندہ رہیں۔

۞۞۞

حضرت سیرین رضی اللہ عنہا

تعارف

حضرت سیرینؓ اور ماریہ قبطیہؓ حقیقی بہنیں تھیں۔ان کو مقوقس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت میں ہدیۃً بھیجا تھا،حضرت ماریہؓ تو حرم نبوی میں داخل ہوئیں،اور حضرت سیرینؓ حضرت حسانؓ مشہور صحابی وشاعر کے حبالۂ عقد میں آئین ،جن کے بطن سے حضرت عبدالرحمنؓ بن حسانؓ پیدا ہوئے۔حضرت سیرینؓ بڑی صابر اور شاکر تھیں۔جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کا جو حضرت ماریہؓ کے بطن سے تھے،انتقال ہوا تو حضرت ماریہؓ لخت جگر کی جدائی سے بے قابو ہو کر رونے لگیں۔حضرت سیرینؓ کو اگرچہ اپنی محبوب بہن کے بچے کے مرنے کا غم کم نہ تھا۔لیکن انہوں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا اور حضرت ماریہؓ کو سمجھاتی رہیں۔

حضرت ماریہؓ اور حضرت سیرینؓ کے متعلق اگرچہ رجال اور سیر کی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں ملتی کہ وہ عیسائی تھیں،لیکن بعض قرائن کی بنا پر انہیں اہل کتاب صحابیات کے زمرہ میں لے لیا گیا ہے۔

ان کے ساتھ ان کے ایک بھائی مابور بھی آئے تھے،ارباب سیر و رجال لکھتے ہیں کہ بہنوں نے تو اسلام قبول کر لیا،لیکن یہ اس وقت اپنے قدیم دین پر قائم رہے اور کچھ دن کے توقف کے بعد مسلمان ہوئے۔اس میں دین سے نصرانیت ہی کی طرف اشارہ ہوگا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا اصلی نام زینب تھا چونکہ یہ جنگ خیبر میں خاص رسول کریم ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں۔اور عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصے کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا،صفیہ کہتے تھے اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔یہ زرقانی کی روایت ہے۔

حضرت صفیہؓ کو باپ اور ماں دونوں کی جانب سے سیادت حاصل تھی،باپ کا نام حیی بن اخطب تھا جو بنو نضیر کا سردار تھا،اور ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ماں جس کا نام ضرد تھا سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی،اور یہ دونون خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔جنہوں نے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

نکاح

حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔سلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں،جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا ،کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا،حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئیں۔جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے دحیہ کلبیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی ۔رسول اللہ ﷺ نے انتخاب کرنے کی اجازت دے دی ۔انہوں نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا۔لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض

کیا کہ آپ نے رئیسہ بنونضیر وقریظہ کو دحیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ کے لیے سزاوار ہے مقصود یہ تھا کہ رئیسہ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ حضرت دحیہؓ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی۔ اور صفیہؓ کو آزاد کر کے خود نکاح کر لیا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب مایذکر فی الفخذ صحیح مسلم ج۱ ص۵۴۶)

خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا میں رسم عروسی ادا کی۔ (اصابہ ج۸ ص۱۲۶)

اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمایا۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کر لیا، اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے حضرت صفیہؓ کو حارث بن نعمان کے مکان میں اتارا، جب ازواج مطہرات کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو حضرت عائشہؓ حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ وغیرہ انصار کی چند عورتوں کے ساتھ ان کو دیکھنے آئیں، حضرت عائشہؓ جب دیکھ کر واپس ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیف رایتھا یا عائشہؓ، عائشہ تم نے ان کو کیسا پایا، حضرت عائشہؓ بولیں، یہودیہ ہے۔

وفات

حضرت صفیہؓ نے رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنتہ البقیع میں دفن ہوئیں اس وقت ان کی عمر ۶۷ سال کی تھی۔ ایک لاکھ ترکہ چھوڑا اور ایک ثلث کی اپنے ایک یہودی بھانجے کے لیے وصیت کر گئیں۔ (زرقانی ص۹۶ج۳)

خصوصیات

یہ کوتاہ قامت اور حسین تھیں۔ (صحیح مسلم ص۵۴۸ ج۱) حضرت صفیہؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب، صمیرہ بنت جفیر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہؓ بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں۔ چنانچہ جب گہر بنت جفیر حج کر کے حضرت صفیہؓ کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ کی بہت سی عورتیں مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ صہیرہ کا بھی یہی مقصد تھا۔ اس لیے انہوں کوفہ کی عورتوں سے سوال کرائے۔ ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا۔ حضرت صفیہؓ نے سنا تو بولیں، اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر پوچھتے ہیں۔ (مسند ص۳۳۷ ج۳)

حلم

حلم وتحمل ان کے باب فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے۔ غزوۂ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آرہی تھیں تو ان کی بہن یہودیوں کی لاشوں کو دیکھ کر چیخ اٹھتی تھیں، حضرت صفیہؓ اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گذریں، لیکن اب بھی اسی طرح پیکر متانت تھیں، اور ان کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہیں آئی۔

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودیہ کہا ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں۔ حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کنیز تھی، جو حضرت عمرؓ کے پاس جا کر ان کی شکایت کیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دن کہا کہ ان میں یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے۔ وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہیں۔ اور یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بدلے میں خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے۔ البتہ میں یہود کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں۔ وہ میرے خویش اور اقارب ہیں۔ اس کے بعد لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کی تھی؟ بولی ''ہاں مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا۔'' حضرت صفیہؓ خاموش ہو گئیں اور اس کو آزاد کر دیا۔ (اصابہ ج۸ ص۲۷ وزرقانی ص۲۹۶ ج۳ بحوالہ ابن سعد)

حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے نہایت محبت تھی ۔ چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں،''کاش آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی'ازواج مطہرات نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا''یہ سچ کہہ رہی ہیں۔''یعنی اس میں تصنع کا شائبہ نہیں ہے)۔

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ کسی بات پر کبیدہ خاطر ہو گئے ۔ یہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں ،اوران سے کہا کہ میں آپ کو آج کی اپنی باری ،جو میرے نزدیک سب سے محبوب چیز ہے ،دیتی ہوں ۔ جو آپ ﷺ کو راضی کردے۔حضرت عائشہؓ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔''اس کے بعد واقعہ بیان کیا۔رسول اللہ ﷺ یہ سن کر حضرت صفیہؓ سے راضی ہو گئے۔(مسند ج۶ ص۱۴۵)

رسول اللہ ﷺ کو بھی ان سے نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ایک بار آپ سفر میں تھے۔ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھیں۔حضرت صفیہؓ کا اونٹ سوء اتفاق سے بیمار ہو گیا۔حضرت زینب کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے۔آپ نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ صفیہؓ کو دے دو۔انہوں نے کہا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں؟اس پر رسول اللہ ﷺ ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ وہ مہینے تک ان کے پاس نہیں گئے۔(اصابہ ج۸ ص۲۶،بحوالہ ابن سعد)

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قد و قامت کی نسبت چند جملے کہے،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو اس میں مل جائے۔(یعنی سمندر کو بھی گدلا کرسکتی ہے)۔(ابوداؤد ج۲ ص۱۹۱)

ایک بار آپ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے ۔ دیکھا کہ رو رہی ہیں

۔آپ نے رونے کا سبب پوچھا۔انہوں نے کہا کہ''عائشہؓ اور زینب کہتی ہیں کہ''ہم تمام ازواج میں افضل ہیں۔ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔''آپ نے فرمایا''تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ''ہارون میرے باپ موسیٰ،میرے چچا اور محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔اس لیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو۔''

(صحیح ترمذی ص۶۳۹)

سفر حج میں حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا تھا۔اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھیں۔رسول اللہ ﷺ ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں۔آپ نے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے آپ آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔آخر کار آپ نے تمام قافلہ کو رک جانے کا حکم دیا۔(مسند ج۶ ص۴۳۶)

حضرت صفیہؓ فیاض تھیں ۔ چنانچہ جب وہ ام المومنین بن کر مدینہ میں آئیں تو حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہرات کو اپنی سونے کی بجلیاں تقسیم کر دیں۔

(زرقانی ج۲ ص۲۵۶)

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس تحفہ بھیجا کرتی تھیں ۔حضرت عائشہؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس انہوں نے پیالہ میں جو کھانا بھیجا تھا اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ میں آیا ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

تعارف

ان کا ماریہ نام، ام ابراہیم کنیت، قبطیہ لقب تھا۔ یہ مصر کے ایک ضلع انصار یا انص کا ایک گاؤں حفن ان کا آبائی وطن تھا۔

خدمت نبوی میں تحفہ

۷ھ میں رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کے لیے شاہان وقت کو جو خطوط لکھے تھے۔ان میں ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام بھی تھا۔جس کو حضرت حاطب ؓ ابن بلغہ لے کر مصر گئے تھے۔مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا۔لیکن رسول اللہ ﷺ کے پیام اور پیامبر کی بڑی پذیرائی کی اور قیمتی ساز وسامان کے علاوہ دولڑکیاں جن کے ساتھ ان کے بھائی مابور بھی تھے، خدمت نبوی میں تحفۃً بھیجیں۔(اصابہ ج ۴ ص ۴۰۵)

عام حالات زندگی

حضرت ماریہ ؓ مصر سے حضرت حاطب ؓ کے ساتھ آئی تھیں اس لیے وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہوگئی تھی۔حضرت حاطب ؓ نے اس انس سے فائدہ اٹھا کر ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔حضرت ماریہ ؓ اوران کی بہن نے تو اسلام قبول کرلیا ،لیکن ان کے بھائی ’’بورا اپنے قدیم دین عیسائیت پر قائم رہے۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ کہ ماریہ کو پہلے ہمارے پڑوس میں حارثہ ؓ بن نعمان ؓ کے مکان پر ٹھہرایا گیا اور ہم لوگ برابر ماریہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی آمد ورفت ان کے پاس زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگوں نے ان کے پاس آنا جانا

کم کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے سکون میں فرق نہ آئے وہ تنہائی کی وجہ سے گھبرانے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مقام العالیہ میں جو اس وقت مشربۃ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے منتقل کر دیا۔(فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۳)

عہد صدیقی وفاروقی

حضرت ماریہ ؓ گو ازواج مطہرات میں نہیں تھیں ،لیکن رحمت عالم ﷺ ان کے ساتھ ازواج مطہرات ہی جیسا سلوک کرتے تھے۔آپ کے بعد حضرت ابوبکر ؓ نے بھی ان کے اعزاز واحترام کو باقی رکھا اور ہمیشہ ان کے نان نفقہ کا خیال کرتے رہے۔حضرت صدیق ؓ کے بعد حضرت فاروق ؓ نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک رکھا۔

وفات

حضرت عمر ؓ ہی کے زمانۂ خلافت میں محرم ۱۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۶ ،بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۵ برس بعد ان کی وفات ہوئی۔اس حساب سے ان کی وفات ۱۵ھ میں ہوئی۔لیکن دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لیے کہ ۱۶ھ کے پہلے مہینے محرم میں ان کی وفات ہوئی ہے اس لیے ۵ برس کی تعیین غلط نہیں ہے۔اصابہ)

حضرت عمر ؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود تمام اہل مدینہ کو جمع کیا،اوران کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور مدینہ کے عام قبرستان بقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

خصوصیات

قدرت نے حسن باطن کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی نوازا تھا۔بال نہایت گھنے اور خوبصورت تھے۔حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک ان پر آتا تھا کسی دوسرے پر نہیں۔(ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۲)

یہ نہایت رقیق الطب تھیں،حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو رقت قلب کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر قابو نہیں رہا اور بے اختیار رونے لگیں۔(ایضاً ص ۱۷۸)

رسول اللہ ﷺ کو حضرت ماریہؓ سے بے حد محبت تھی ،اور اس وجہ سے ان کے پاس آپ کی آمد و رفت بہت زیادہ رہتی تھی ، گو وہ کنیز تھیں ،لیکن ازواج کی طرح ان کو بھی آپ نے پردہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ان کے فضل کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کافی ہے۔(اصابہ وابن سعید)

مصر کے عیسائی کے ساتھ حسن سلوک کرو۔اس لیے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ ،حضرت ہاجرہ اور میرے لڑکے ابراہیمؑ دونوں کی ماں اسی قوم سے ہیں ،اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے۔(ابن سعید ج ۸ ص ۱۵۴)

ایلا کا واقعہ

۹ھ میں رسول اللہ ﷺ نے بعض خانگی اور راز دواجی معاملات کی بناء پر ازواج مطہرات سے علیٰحدگی اختیار کر لی تھی ۔اسی واقعہ کو ایلا کہتے ہیں جن اسباب کی بنا پر آپ ﷺ نے علیٰحدگی کا فیصلہ کیا تھا ،اس کے بارے میں مفسرین و محدثین میں باہم اختلاف ہے۔

ان اسباب میں ایک سبب حضرت ماریہؓ کا واقعہ بھی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایلا کے واقعہ سے حضرت ماریہؓ کے واقعہ کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ صرف حضرت ماریہؓ اور حضرت حفصہؓ کا معاملہ تھا۔

بات یہ تھی کہ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو رسول اللہ ﷺ سے غایت درجہ تعلق اور محبت تھی اس وجہ سے ہر ایک آپ کی صحبت کو باعث سعادت سمجھتی تھیں ،ان میں سے جن کو بھی تقرب واختصاص کا موقع ملتا تھا ،اس میں کسی کی شرکت کا شائبہ بھی ان کو بہت گراں گذرتا تھا ،اور پھر باقتضائے بشریت آپس میں کچھ جذبہ رشک و مسابقت بھی موجود تھا ۔اس وجہ سے کبھی کبھی آپس میں شکر رنجی بھی ہو جایا کرتی تھی ،اور اس مصیبت میں ایک مرتبہ

حضرت ماریہؓ بھی مبتلا ہو گئیں۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہؓ کی باری کا دن تھا۔رسول اللہ ﷺ حسب معمول ان کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت حفصہؓ موجود نہیں تھیں۔اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ حضرت ماریہؓ سے جو حضرت حفصہؓ کے پڑوسن ہی میں تھیں باتیں کرنے لگے ۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت حفصہؓ واپس آئیں تو آپ کو اپنے گھر میں حضرت ماریہؓ سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ،باقتضائے بشریت ان کو بڑا رنج ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اپنی تمام بیویوں میں آپ صرف میرے ہی ساتھ ایسا کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷۰۲)

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ماریہؓ سے کنارہ کشی کا ارادہ کر لیا ،بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے غصہ میں بات کی ۔اس پر آپ نے حضرت ماریہؓ سے علیٰحدگی کی قسم کھالی جس پر سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ سورۂ تحریم کی یہ ابتدائی آیتیں آپ کی شہد نوشی اور اس کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی وجہ سے نازل ہوئیں ،لیکن جیسا کہ بخاری وغیرہ میں تصریح موجود ہے یہ ہوسکتا ہے کہ ایلاء کا واقعہ بھی اسی زمانہ میں پیش آیا ہو جس زمانہ میں آپ نے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی کر لی تھی۔اور دونوں واقعے نزول آیات کا سبب بنے ہوں۔جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تمام روایتوں کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ہوسکتا ہے کہ آیت کے نزول کا سبب دونوں واقعے ہوں۔

بہر حال حضرت ماریہؓ سے علیٰحدگی اور ایلاء کے واقعہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے ،علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حضرت ماریہؓ کے واقعہ کے سلسلہ میں جتنی روایتیں لکھی ہیں ان سب پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ سرے سے صحیح ہی نہیں ہے لیکن جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے یہ تو صحیح ہے کہ آیت کے نزول کا سبب حضرت ماریہؓ کا واقعہ

نہیں ہے، لیکن نفس واقعہ کے عدم واقع وعدم صحت کا ثبوت نہیں ملتا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں دو تین باتیں کہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ امام نووی نے اس کی صحت پر کلام کیا ہے، تیسری یہ کہ یورپ کے اکثر مؤرخوں نے اسی قسم کی روایتوں کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق پر حرف کیا ہے۔

صحاح ستہ کی پانچ کتابوں میں تو یہ روایت یقیناً نہیں ہے، لیکن نسائی باب الغیرۃ میں حضرت انسؓ سے یہ روایت موجود ہے۔ اگرچہ اس میں بھی حضرت ماریہؓ کا نام نہیں ہے لیکن روایت کے سیاق وسباق اور دوسرے قرائن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ماریہؓ ہی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس روایت میں چار راوی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کی بھی وثاقت اور عدالت پر کلام نہیں کیا گیا ہے۔

(ابراہیم اور ان کے والد یونس، حماد بن سلمہ، ثابت بن اسلم البانی، تہذیب میں ان سب کا تذکرہ موجود ہے ائمہ رجال نے ان میں سے کسی کو مجروح یا غیر ثقہ قرار نہیں دیا ہے۔)

بالکل یہی روایت حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے۔ اس روایت کے اوپر کے دو راوی حضرت انسؓ اور ثابت البانی ہیں، لیکن اس کے بعد چار راوی دوسرے ہیں حاکم نے اس روات کے متعلق لکھا ہے۔

هذا حديث صحيح على شرط مسلم۔ یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔ رضی اللہ تعالی عنه۔

❁❁❁